ابوبکر ہمچو کعبہ عمر در طواف او — عثمان آبِ زمزم علی حجِ اکبر است

ردِّ روافض

یعنی

اہلِ سنّت اہلِ جنّت

مرتب و مؤلف

صاحبزادہ محمد حنیف رضا

رَدِّ رَوافِض

یعنی

اہلِ سنّت اہلِ جنّت

صدیق عکس حسن کمال محمد ﷺ است
فاروق ظلّ جاہ و جلال محمد ﷺ است
عثمان ضیائے شمع جمالِ محمد ﷺ است
حیدر بہار باغ خصال محمد ﷺ است
اسلام ما اطاعتِ خلفائے راشدین
ایمانِ ما محبتِ آلِ محمد ﷺ

مرتب و مؤلف
صاحبزادہ محمد حنیف رضا

جامعہ اشاعت القرآن
مفتی محمد عبدالحکیم انسٹیٹیوٹ 19 جمشید روڈ نزد بریڈفورڈ
SKJ-Bc9

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ...... اہل سنت اہل جنت

مصنف ...... صاحبزادہ مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی

کمپوزنگ ...... الحافظ کمپوزنگ سنٹر، لاہور 0301-4423944

کمپوزر ...... حافظ محمد کاشف جمیل

صفحات 170

تعداد 2000

سن اشاعت 2007ء

ملنے کے پتے:

☆ مفتی محمد عبدالحکیم انسٹی ٹیوٹ آف اسلامی دارالافتاء کونسل
بریڈفورڈ۔ برطانیہ

☆ قدیم مرکزی جامع مسجد حنفیہ
ڈڈیال۔ ضلع میرپور۔ آزاد کشمیر

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	نشانِ منزل (دشمنانِ رسول انام اوران کا انجام)	6
2	سنیوں کی آواز دبائی نہیں جاسکتی	41
3	عقیدہ اہلسنت وجماعت	46
4	اہل سنت اہل جنت	48
5	والدین مصطفیٰ ﷺ	51
6	ترتیبِ خلافت	56
7	سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	61
8	صدیق اکبر کا وصال	66
9	سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ	71
10	خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق	76
11	قبول اسلام	77
12	مسندِ خلافت پر	79
13	آپ کی فضیلت	80
14	کرامات حضرت عمرؓ	81
15	انوکھا خط	82
16	جمہوری نظام	83
17	غیر مسلموں کے حقوق	84
18	مجلس شوریٰ	85

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
90	فاروق اعظم اور مولا علی رضی اللہ عنہما کا رشتہ	19
91	شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	20
93	اولیات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	21
94	خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	22
98	پیکرِ حیاء	23
102	سازشی گروہ	24
104	پانی بند	25
104	روافض کی چالاکی	26
108	وقتِ آخر	27
109	عبرتناک انجام	28
110	امام حسن رضی اللہ عنہ کا خواب	29
114	خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ	30
115	قرابت داری	31
116	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے	32
121	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت	33
121	قاضی کا فیصلہ	34
128	گھناؤنا منصوبہ	35
128	شہادت حضرت علی	36
130	اہل بیتِ اطہار کون ہیں؟	37
139	روافض کی گستاخیاں	38

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
39	باغ فدک	142
40	مرنے کے بعد روافض کا حال	145
41	محبتِ اہل بیت	153
42	غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات	155
43	حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق غوث پاکؒ کا ارشاد	156
44	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات	157
45	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولادت	157
46	حضرت امیر معاویہؓ حاکم کیسے بنے	159
47	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قابلیت	160
48	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	162
49	خصوصی فضائل	164
50	فتویٰ	170
51	شراب پینے پر عذاب	173
52	شراب پینے کی برائی	174

☆......☆......☆......☆

نشانِ منزل :

ادیبِ ملّت ،استاذ العلماء، حضرت علامہ
مولانا محمد منشا تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

دشمنانِ رسول انام اور ان کا انجام

عنوان بالا کا انتخاب اس لیے کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ غزوات وسرایا اور جہاد کے اسباب کیا تھے۔ رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو جنگ کے لیے میدانِ عمل میں آنا پڑا۔ حالانکہ اسلام تو امن وسلامتی کا دین ہے۔ اس کا ظلم سے ذرّہ بھر بھی کوئی تعلق نہیں، خدا، رسول اور ایماندار ظلم اور ظالم کو پسند نہیں کرتے مگر ظالموں کو ظالمانہ کاروائی سے باز رکھنے پر، مخلوق خدا کو ظلم، تشدد اور دہشت گردی سے بچانے کے لیے ظالموں کو سبق سکھانا بھی ضروری تھا۔ کفار ومشرکین سے مکہ مکرمہ میں سید عالم ﷺ پر ایمان لانے والوں کو جن مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا وہ کسی سے قطعاً پوشیدہ نہیں مگر اس کے برعکس صحابہ کرام نے دفاعی طور پر بھی مکہ مکرمہ میں ہتھیار نہ اٹھائے، خاموشی سے ان کے ظلم برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ ہجرت کو اختیار فرمایا۔ دشمنانِ خدا و مصطفیٰ نے اسے کمزوری پر محمول کیا اور مدینہ منورہ میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ یہود و نصاریٰ سے مل کر جنگ کا راستہ اپنایا۔

نوبت باایں جا رسید کہ اللہ ربّ العزت نے جہاد کا حکم دیا اور سب سے بڑا اور

تاریخی معرکہ "میدانِ بدر" میں ظہور پذیر ہوا جس میں محسن اعظم نبی مکرم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بے سروسامانی کے عالم میں فتح مبین حاصل کر کے ظلم اور ظالموں کے راستے کو مسدود کرنے کی طرح ڈالی۔ حفیظ جالندھری نے اس لشکرِ اسلام کی خدمت میں یوں نذرانۂ محبت پیش کیا ہے۔

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواجِ الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر آپ کالی کملی والا تھا

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسہ تھا انہیں سادہ سی کالی کملی والے پر

سید عالم ﷺ نے میدانِ کارزار میں نازک ترین لمحات کو ملاحظہ کیا تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں عرض گزار ہوئے الٰہی

اگر اغیار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
قیامت تک نہ ہو گا کوئی تجھ کو پوجنے والا

الغرض! یہ وہ عظیم جماعت ہے جن کی برکات و ثمرات سے لوگ قیامت تک استفادہ و استفاضہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور آپ کے پیاروں سے دشمنی و عداوت رکھنے والوں کو عذاب شدید سے خبردار کیا تو ان کی تعلّی، رعونت، تکبر آڑے آیا۔ ہدایت پانے کی بجائے مزید مائل بہ ظلم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اعلانیہ فرمایا:

والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم. (پ ١٠)

پھر خدائے قہار و جبار کی گرفت میں آنے والے چند بد اندیش دشمنانِ رسول انام اور شاتمانِ صحابہ کرام کے واقعات کو بطور تقدیم نشان منزل رقم کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کرام اپنی اپنی فراست و بصیرت کے مطابق سبق حاصل کریں۔ (تابش قصوری)

سید المرسلین خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہادیٔ اسلام رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمنانِ اسلام نے جس قدر اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور ان کے مقابل رحمۃ

اللعالمین ﷺ نے جس صبر و تحمل سے کام لیا، اس کی نظیر ملنا ناممکن و محال ہے۔ شاتمانِ رسول کے مظالم کی تفصیل بڑی روح فرسا اور جاں گداز ہے۔

جب نبی کریم ﷺ اسلام کی دعوت دیتے اور تبلیغ رسالت فرماتے دشمنوں کا سیلاب اُمڈ آتا مگر آپ کے پائے استقلال کو جنبش تک نہ ہوتی۔ پتھروں کی بارشیں ہوتیں، جسمِ پاک سے خون بہہ نکلتا مگر آپ منتقمِ حقیقی کے فرمان اور منصب نبوت و رسالت کے پیش نظر مصائب و آلام کی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزر کر بھی کمینہ فطرت، ہدایت سے کوسوں دور، انسان نما درندوں کی رہنمائی کی خاطر سب کچھ برداشت کرتے۔ آپ کے جانثار صحابی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب دشمنوں کے ستم ہائے بے پایاں سے گھبرا کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں دشمنوں کی پائمالی، بربادی اور ہلاکت کے لیے عرض گزار ہوتے تو رحمتِ عالم ﷺ باندازِ رحمت، بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِیْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ: الٰہی بے خرانجان میں نور ہدایت دے۔

دشمنانِ رسول کئی قسم کے گروہ میں بٹے ہوئے تھے، ان کمینہ فطرت درندوں کی ایک جماعت جسمانی تکلیفیں پہنچانے میں سرگرم تھی تو دوسری جماعت روحانی ایذائیں پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتی۔ شاتمانِ رسول میں وہ بھی تھے کہ جو حضور ﷺ کی نقلیں اتارتے، پتھر برساتے، راستہ میں کانٹے بچھاتے۔ کنویں کھودتے اور کئی وہ تھے کہ جب حضور بارگاہ الٰہی میں مصروف عبادت ہوتے، خانہ کعبہ میں جا کر یہ لوگ شور مچاتے، سیٹیاں بجاتے، بے حیائی کی بولیاں بولتے، منہ چڑاتے اور بعض بدطینت پست خیال لوگ حضور کے گلے میں چادریں ڈال کر اذیتیں پہنچاتے۔ آپ نماز میں ہوتے تو گستاخ اونٹ کی اوجھری تک آپ کی پشت مبارک پر پھینکنے سے گریز نہ کرتے۔ غرضیکہ تمام امکانی شرارتیں کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

ابوجہل جو حضور نبی کریم ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا، آپ کو نماز پڑھنے سے روکتا جیسا کہ ربّ العزت جلّ وعلا نے بایں مضمون ارشاد فرمایا:

ارایت الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی. (پ: ۳۰)

(ترجمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے، سید المفسرین حضرت استاذ العلماء صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں یہ آیت ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا اگر میں انہیں ایسا کرتا دیکھوں گا (معاذ اللہ) گردن پاؤں سے کچل دوں گا اور چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ پھر اسی ارادہ فاسدہ سے حضور کے نماز پڑھنے میں آیا اور حضور کے قریب پہنچ کر الٹے پاؤں پیچھے بھاگا۔ ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے، چہرہ کا رنگ اڑ گیا، اعضاء کانپنے لگے لوگوں نے کہا کیا حال ہے؟ کہنے لگا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور وحشت ناک پرندہ بازو پھیلائے ہوئے ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا عضو عضو جدا کر ڈالتے۔ مثل مشہور ہے کہ ظالم کی رسّی دراز ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ دشمنوں کو مہلت اور غور وفکر مرحمت فرماتا ہے۔

قربان جایئے! اس نور مجسم رسول معظم رحمتِ عالم ﷺ کے باوجود یہ کہ شاتم و بدکردار اور بدمست مجلسیں بلاتے، میٹنگیں کرتے، جن میں آپ کے قتل تک کے منصوبے مرتب کیے جاتے مگر آپ ان کے مقابلہ میں باوجود سب کچھ کر سکنے کے جوابی کاروائی نہ فرماتے۔ ربّ تعالیٰ اپنے محبوب کی اس شانِ رحمت کو بانداز رحمت ملاحظہ فرماتا ہے۔ آپ کی تسکین وتسلی اور تشفی کے لیے یوں ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ. (پ: ۱۴)

ترجمہ: تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیۂ کریمہ میں سیّدِ عالم ﷺ کو رسالت کی تبلیغ اور اسلام کی دعوت کا حکم دیا گیا۔ عبداللہ بن عبید کا قول ہے کہ اس آیہ کریمہ کے نزول سے پہلے دعوتِ اسلام اعلان کے ساتھ نہیں کی جاتی تھی۔ اس لیے اس میں فرمایا گیا اپنا دین ظاہر کرنے پر مشرکوں کی ملامت کرنے کی پرواہ نہ کرو اور ان کی طرف ملتفت نہ ہو اور ان کے تمسخر و استہزاء کا غم نہ کرو۔ کفار قریش کے پانچ سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور ان سب کا افسر ولید بن مغیرہ مخزومی یہ لوگ نبی کریم ﷺ کو بہت ایذا دیتے، آپ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرتے تھے۔ اسود بن مطلب کے لیے سیدِ عالم ﷺ نے دعا کی تھی کہ یارب! اس کو اندھا کر دے۔ ایک روز سیّدِ عالم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، پانچوں آئے اور انہوں نے جب حسبِ دستور طعن و تمسخر کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی حال میں جبریل امین حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی، عاص کی کفِ پا، اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف نیز حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا، میں ان کے شر کو دفع کر دوں گا چنانچہ یہ تمام تھوڑے ہی عرصہ میں ہلاک ہو گئے۔ ولید بن مغیرہ شیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا، اس کے تہبند میں کانٹا چبھا مگر اس نے تکبر سے اس کو نکالنے کے لیے سر نیچا نہ کیا اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی حالت میں مر گیا۔

عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا، اس سے پاؤں میں ورم ہو گیا اور یہ شخص بھی مر گیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار پر سر مارتا مارتا مر گیا اور یہ کہتا تھا کہ مجھے محمد ﷺ نے قتل کیا۔ اسود بن یغوث کو استسقاء ہوا، کلبی کی روایت ہے کہ اس کو لو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہو گیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا۔ اسی

حالت میں یہ کہتا ہوا مر گیا کہ مجھے محمد ﷺ کے ربّ نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، وہ اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔ انہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَهۡزِءِیۡنَ. (پ۱۴)

ربّ العزت جل وعلا کا ارشاد ہے:

اِنَّ بَطۡشَ رَبِّکَ لَشَدِیۡدًا. (پ:۳۰)

ترجمہ: بے شک تیرے ربّ کی گرفت بہت سخت ہے۔ (کنز الایمان شریف)

اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی . ثُمَّ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی . (پ۲۹)

جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے بطحا میں ابو جہل کو کپڑے سے پکڑا، اس سے فرمایا: اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی ثُمَّ اَوۡلٰی لَکَ فَاَوۡلٰی تیری خرابی آ لگی اب آ لگی پھر تیری خرابی آ لگی اب خرابی آ لگی۔ ابو جہل نے کہا: اے محمد ﷺ! کیا تم مجھے دھمکاتے ہو تم اور تمہارا ربّ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مکہ کے پہاڑوں کے درمیان، میں سب سے زیادہ زور آور صاحبِ شوکت وقوت ہوں مگر قرآن پاک کی خبر ضروری پوری ہونی تھی اور رسول پاک ﷺ کا فرمان لازماً پورا ہونا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جنگ بدر میں ابو جہل ذلت وخواری سے بری طرح مارا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے میری امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ اس آیت میں اس کی خرابی کا ذکر چار مرتبہ فرمایا پہلی خرابی بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت۔ دوسری خرابی قبر کی سختیاں اور وہاں کی شدتیں، تیسری خرابی مرنے کے بعد اٹھتے وقت گرفتار مصائب ہونا اور چوتھی خرابی عذابِ جہنم۔

ابولہب:

حضور پرنور سرور کائنات ﷺ جب کفار ناہنجار اور بدکردار لوگوں کو گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم کی طرف لانے میں کوشاں تھے تو یہ کندۂ جہنم آپ کے پیچھے پیچھے رہتا۔

آپ جہاں بھی احکام خداوندی کی تبلیغ فرماتے تو ابولہب لوگوں کو باآواز بلند پکار پکار کر کہتا کہ محمد! اصلی دین سے پھر گیا ہے اور جھوٹ کہتا ہے (معاذ اللہ) اور یہ چاہتا ہے کہ لات و عزیٰ کی تم پر حکومت نہ رہے۔ اس کی بات مت سنو۔ نیز جب سرور عالم ﷺ نے کوہ صفا پر لوگوں کو دعوت دی۔ ہر طرف سے لوگ آئے اور حضور ﷺ نے ان سے صدق و امانت کی شہادتیں لینے کے بعد فرمایا۔ (انی لکم نذیر مبین) اس پر اس ملعون (ابولہب) نے نبی کریم مخبر عظیم ﷺ سے کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔

بھلا پروردگار عالم کو اپنے محبوب کی شان ارفع و اعلیٰ میں ایسے بے ہودہ اور توہین آمیز الفاظ کب منظور تھے۔ جبار و قہار مولیٰ کا دریائے غضب جوش میں آیا اور مکمل سورۂ لہب اس خبیث کی ہلاکت و بربادی میں نازل فرما کر اپنے محبوب کی تسکین و تسلی فرمائی، ابولہب کو یقین ہو گیا کہ میری ہلاکت اب قریب ہے۔ عدسہ اور طاعون میں مبتلا ہو کر داخل جہنم ہوا۔ تین دن تک لاش پڑی رہی۔ عزیزوں، دوستوں، احباب و اقارب خصوصاً قریبی رشتہ داروں نے بھی لاش تک سے انتہائی نفرت کی۔ مکان کی چھت سے لاش پر اس قدر پتھر برسائے کہ لاش پتھروں کے نیچے دب گئی۔

امِّ جمیل:

یہ ابولہب کی عورت تھی۔ جس کی تنقیص "سورۂ لہب" میں قیامت تک دنیا پڑھتی رہے گی۔ بہت بدزبان عورت تھی۔ نبی کریم ﷺ کی شان میں بکواس کرتی رہتی، رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں اپنی مثال آپ تھی۔ دن بھر کانٹے اکٹھے کرتی اور حضور ﷺ کے راستے میں جہاں سے آپ گزرا کرتے تھے، بکھیرتی۔ ایذا رسانی میں اس ملعونہ کو اتنا شغف تھا کہ کسی کو اپنا معاون بھی بنانا ہتک خیال کرتی۔ یہ خبیثہ ایک دن اپنے محبوب مشغلہ (کانٹے جمع کرنے) میں مشغول تھی، جب بوجھ باندھ کر گٹھا اٹھا کر واپس آرہی تھی، راستہ میں آرام کی خاطر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ بحکمِ الٰہی ایک فرشتہ آیا پیچھے سے گٹھے کو کھینچا وہ گرا اور رسی سے گلے میں پھانسی لگ گئی، وہیں تڑپ تڑپ کر مرگئی۔

عتبہ بن ابولہب:

بڑا بدزبان گستاخ رسول تھا۔ مدارج النبوت میں ہے کہ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اورام کلثوم ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ کیونکہ اس وقت تک مشرکین سے نکاح حرام نہ ہوا تھا۔ جب سورۃ لہب نازل ہوئی، ابولہب نے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دو ورنہ میں تم کو اپنی میراث سے محروم کردوں گا۔ چنانچہ عتیبہ نے تو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر معذرت کر کے طلاق دی اور عتبہ نے گستاخی سے طلاق دی۔ اللہ کے محبوب نے فرمایا: یااللہ! اپنے کسی کتے کو مقرر فرمایا جو اس کو سزا دے۔ عتبہ یہ سن کر کانپ اٹھا۔ آ کر ابولہب سے کہا۔ ابولہب بولا: اب میرے بیٹے عتبہ کی خیر نہیں کہ محمد ﷺ کی دعا اس کے پیچھے پڑگئی۔ ہر طرح اس کی نگرانی رکھنے لگا۔ یہ عتبہ ایک بار تجارتی قافلہ کا سردار بن کر شام کو چلا۔ ابولہب نے اپنے غلاموں کو وصیت کی کہ عتبہ کو اپنے بیچ میں سلایا کریں۔ ایک جگہ رات کو قافلے والے سورہے تھے کہ جنگل سے ایک شیر نکلا، ہر ایک کا منہ سونگھتا پھرتا سب کو سونگھ کر چلا گیا مگر عتبہ کا منہ سونگھ کر اس کو پھاڑ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ اس بارگاہ میں بے ادبی کرنے والوں کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔ جس کو جانور تک معلوم کرلیتے ہیں کہ گستاخ کا منہ یہ ہے۔ (سلطنتِ مصطفیٰ۔ ص ۱)

عاص بن عتبہ:

یہ گستاخ بھی دشمن ناموسِ رسالت تھا۔ ایک روز گدھے پر سوار سفر کررہا تھا کہ طائف کی راہ میں ببول کا کانٹا جسم میں چُبھ گیا۔ خدا معلوم کانٹے میں کس بلا کا زہر تھا، اسی زہر کی تکلیف سے مرا۔

عتبہ بن حجاج:

بہت سخت دشمن رسول تھا، اندھا ہوا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عامر بن طفیل:

یہ شخص ایک بہت بڑی قوم کا سردار تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی خداداد شان و شوکت اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے گھبرا کر قتل کے منصوبے مرتب کرنے لگا۔ ایک دن اَرْبَد کے ساتھ گھر سے یہ مشورہ کر کے چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو ناگہاں قتل کر دیں۔ عامر نے اَرْبَد سے کہا کہ میں محمد ﷺ کو باتوں میں لگاؤں گا تم تلوار سے کام تمام کر دینا۔ چنانچہ عامر نے ایسا ہی کیا مگر اَرْبَدْ کو جرأت نہ ہوئی۔ آخر جب عامر نے دیکھا کہ یوں موقع نہیں ملتا تو رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں مگر آپ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تم خدائے وحدہ پر ایمان لانے کا اقرار نہ کرو۔ یہ شخص ایک بڑی زبردست وقوم کے سردار ہونے کے گھمنڈ میں تھا۔ چلتے وقت کہنے لگا کہ میں اس وقت سوار اور پیادے سے تم پر چڑھا لاؤں گا جن کے مقابلے کی طاقت تم میں نہ ہوگی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے صرف اس قدر دعا کی کہ یا اللہ! عامر بن طفیل کے مقابلہ میں تو ہی میرے لیے کافی ہے۔ خدا کی قدرت قبل اس کے کہ یہ دشمن اسلام اپنی قوم کو جا کر ابھارتا۔ خود ہی فنا ہو گیا، راستہ میں طاعون نمودار ہوا اور ہلاک ہو گیا۔ (سیرت خیر البشر، ص ۱۰۶)

حضرات غور فرمایئے! دشمنانِ رسول نے جس قدر محبوب ربّ العالمین ﷺ کو ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں اور ان کے مقابلہ میں سرکار رحمت للعالمین نے جس قدر صبر وتحمل سے کام لیا، بجائے خود انتقام لینے کے منتقم حقیقی پر نظر رکھی، اظہر من الشمس ہے۔

پھر جس طرح دشمنانِ اسلام عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ تمام کا بیان واضح فرمایا گیا۔ لہٰذا آج بھی غلامانِ مصطفیٰ کو چاہیے کہ اسوۂ رسول پر گامزن ہوں۔ صداقت صدیق پر عمل پیرا رہیں۔ جذبۂ فاروق پیدا کریں۔ سخاوت وشجاعت غنی وعلی رضی اللہ عنہم کے صدقے جذبۂ ایثار وقربانی پیش نظر رکھیں تو جو دشمنانِ رسول انام دین اسلام کی آڑ لے کر ملک وملت کی تباہی وبربادی کے لیے کوشاں ہیں۔ ان کو ناکام بنایا جا سکتا ہے۔

کعب بن اشرف:

یہ ایک یہودی تھا۔ اس کی ماں بنو نضیر سے تھی۔ جس وقت حضور پرنور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے، اسی وقت سے اس کو خصومت تھی۔ لیکن جنگ بدر کے بعد سے نبی کریم ﷺ کے تصور و ذکر سے جلایا جاتا تھا۔ چنانچہ زید بن حارثہ جب مدینہ میں فتح بدر کی خوشخبری لے کر آئے۔ اس نے بھی سنا تو بے ساختہ کہہ اٹھا تجھ پر تف ہو کیا یہ سچ ہے؟ اور یہ اشرافِ عرب اور مملوک الناس ہیں۔ اگر محمد ﷺ نے ان لوگوں کو درحقیقت قتل کیا ہے تو زندہ رہنے سے بطن زمین بہتر ہے۔ کہ اس کی پشت پر رہو جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو مکہ چلا آیا۔ مطلب بن ابی دواعہ کے ہاں قیام کیا تھا اور مقتولین، مشرکین بدر پر روتا تھا۔ چند دن مکہ رہنے کے بعد مدینہ لوٹ آیا اور بدستور اپنی شرارتوں پر قائم رہا۔ سید عالم ﷺ کو یہ فعل ناگوار گزرا کیونکہ وہ اسلام مٹانے کے درپے تھا۔ آپ نے فرمایا: من یقتل کعب بن اشرف کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ محمد بن مسلمہ، عباد بن بشر اور ابو عبس بن جبیر نے عرض کیا: ہم لوگ تیار ہیں۔ آپ نے اجازت فرمائی اور ان کے حق میں کامیابی و کامرانی کی دعا فرمائی۔ ان میں ملکان بن سلامہ پہلے ان کے پاس گئے باجازت سید عالم ﷺ آپ سے انحراف بے زاری ظاہر کر کے اپنی تنگی معاش کی شکایت کی اور غلہ وغیرہ طلب کیا اور کہا تمہارے اطمینان قلب کے لیے بعوض غلہ تا ادائے قیمت ہم صلاح حرب رہن کیے دیتے ہیں۔ کعب بن اشرف راضی ہو گیا۔ ملکان بن سلامہ نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ چاندنی رات میں ہم باتیں کرتے ہوئے چلتے، تمہارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر ہمارے اور احباب ہیں ان سے بھی باتیں کر لیتے۔

کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھا اور ان کے ساتھ چلنے لگا۔ اپنے مکان سے کچھ دور نہ گیا ہو گا کہ محمد بن مسلمہ وغیرہ بھی آ ملے۔ آپس میں ادھر اُدھر کی باتیں کرتے جا رہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمان عورتوں کی ہجو اور ان کے عشق کے تذکرے کرتا جا رہا تھا۔

دورانِ گفتگو محمد بن مسلمہ نے موقع پاکر تلوار سے وار کردیا۔ان کے وار کرتے ہی دیگر احباب نے بھی تلواریں چلائیں۔اور کعب بن اشرف دشمن ناموسِ رسالت کو قتل کردیا۔وہ ایک چیخ مارتا ہوا داخل سقر ہوا۔اردگرد کے اہل قلعہ نے سنتے ہی آگ روشن کردی لیکن یہ لوگ دوسرے راستے بعافیت نکل آئے۔تھوڑی دور جاکر بانتظار حرث ٹھہر گئے جب یہ واپس آئے تو پچھلی شب تھی۔سید عالم ﷺ نماز تہجد ادا فرمارہے تھے۔جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔اس واقعہ میں حرث کو اپنی ہی تلوار سے قدرے زخم آگیا،جس کے باعث تیز نہ چل سکتے تھے اور ان کے ساتھی انتظار کرتے ہوئے چلے گئے۔حضور سید عالم ﷺ کو زخم دکھایا گیا،رحمت عالم ﷺ نے لب مبارک لگایا زخم فوراً اچھا ہوگیا۔سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے نام لیوا اور شیدائیانِ اسلام پر انعام واکرام،بخشش ورحمت کی بارش نازل فرمائی اور دشمنانِ رسالت کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرمایا۔

ابن ابی حقیق:

کعب بن اشرف یہودی کے مارے جانے کے بعد سلام بن ابی حقیق یہودی نے سر اٹھایا،یہ خیبر کا رہنے والا تھا۔اس کی کنیت ابورافع تھی۔ہمیشہ سید عالم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم السلام کو بڑے برے کلمات سے پکارتا۔علی الاعلان سب وشتم کہتا پھرتا۔آپ کے مقابل لوگوں کو ابھارتا۔چند جانثار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی۔آپ ﷺ نے اجازت فرمائی۔چنانچہ آٹھ آدمی روانہ ہوئے ان سب کے سردار عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔یہ لوگ مدینہ طیبہ سے نکل کر خیبر پہنچے۔ابن ابی حقیق کے مکان کے قریب ٹھہرے رات کو جب وہ مکان کے دروازے بند کرکے سورہا تھا تو اس کو آواز دی گئی۔وہ اٹھا اور دروازہ کھولنے لگا۔جیسے ہی دروازہ کھلا یہ لوگ شمشیر برہنہ لیے ہوئے اس دشمن اسلام پر لپکے اور تہہ تیغ کرڈالا۔مکان

سے نکل کر ایک مقام پر ٹھہر گئے جب محافظوں کو خبر ہوئی تو فصیل قصر پر چڑھ کر ابن حقیق کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ تب ان لوگوں نے اس کے مارے جانے کا یقین کر کے مراجعت کی اور نبی کریم ﷺ کو اس کے قتل کی اطلاع دی۔

حضرت استاذ العلماء سیدنا صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "الطیب البیان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابو راقع یہودی ابن ابی حقیق کو قتل کر کے اس کے مکان سے گر پڑے تو پنڈلی ٹوٹ گئی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو عمامہ سے باندھ کر اپنے اصحاب کی طرف چلا پھر حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا۔ حضور نے فرمایا پاؤں دراز کرو۔ میں نے پاؤں دراز کیا۔ حضور ﷺ نے دستِ مبارک پھیرا تو یہ حال ہوا کہ گویا کہ زخم تک بھی نہ تھا۔ سبحان اللہ! غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی بارگاہ رحمت عالم ﷺ میں حاضر ہو کر شفایاب ہوتے۔ جب کوئی بارگاہ بے کس پناہ کے ادب و احترام سے گریز کرتا ربّ العزت جل وعلا گرفتار بلا و مصائب کر دیتا۔

عامر بن عمیر:

یہ حضرت مصعب بن عمیر کا بھائی ہے۔ حضرت مصعب بن عمیر سید عالم ﷺ کی غلامی میں خوش وخرم تھے۔ یعنی مشرف بہ اسلام ہو کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں مصروف رہتے، والدہ بہت پیار کرتیں۔ حضور ﷺ کی محبت ان کے دل میں سما چکی تھی۔ آخر حضور ﷺ کے ساتھ کفار سے غزوۂ احد میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ترمذی شریف میں ان کی شہادت کا قصہ مذکور ہے۔ مگر عامر بن عمیر شب و روز عیش و عشرت میں مصروف رہتا۔ محرماتِ سریعہ میں مستغرق اور ترک کے واسطہ ہمیشہ اپنے بھائی سے جھگڑتا رہتا تھا اور دنیا کی محبت کے لیے آنحضرت ﷺ کی صحبت سے بھاگتا اور حاضر نہ ہوتا۔ احکام اسلام و ایمان کو قبول نہ کرتا یہاں تک کہ جنگ بدر کے دن کافروں کے ساتھ مارا گیا اور کندۂ دوزخ ہوا۔ (تفسیر عزیزی)

ابورافع

سفیان بن خالد ہذلی:

وادی عرفات کے قریب ایک مقام کا نام "عرف" ہے۔اس میں سفیان بن خالد ہذلی رہتا تھا۔مسلمانوں کا سخت دشمن اور بہت سخت مزاج کافر تھا۔اس نے مدینہ طیبہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔حضور پرنور سرور عالم ﷺ کو بھی اس کی تیاریوں کی خبریں ملیں۔اس فتنہ کی روک تھام کے لیے آپ نے پانچ محرم الحرام ۴ھ ہجری کو سفیان بن خالد ہذلی کی طرف حضرت عبداللہ بن انیس کو روانہ کیا۔جس کا مقصد اصلی حالات کی اطلاع تھی۔ یہ مدینہ سے روانہ ہو کر رات کے وقت مقام عرفہ پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر کسی ترکیب سے سفیان بن خالد ہذلی کا سر کاٹ لیا۔پھر لطف یہ کہ صاف بچ کر نکل آئے اور اٹھارہ دن کے بعد ۲۳ محرم الحرام ۴ ہجری کو مدینہ منورہ پہنچے اور وہ سر حضور کے قدموں میں ڈال دیا۔(رسالہ مولوی ۱۳۵۲ھ ذیقعد)

بشر منافق:

بشر نامی شخص کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔یہودی نے کہا چلو سیدِ عالم ﷺ سے فیصلہ کرالیں۔منافق نے خیال کیا کہ حضور تو صحیح اور حق فیصلہ دیں گے۔اس کا مطلب حاصل نہ ہوگا۔اس لیے اس نے باوجود مدعی ایمان ہونے کے یہ کہا کہ کعب بن اشرف کو پنچ بناؤ(قرآن کریم میں طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) کعب رشوت خور ہے اس کے باوجود ہم مذہب (یہودی) ہونے کے اس کو پنچ تسلیم نہ کیا۔ ناچار منافق (بشر) کو فیصلہ کے لیے سید عالم ﷺ کے حضور آنا پڑا۔حضور نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا۔یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد پھر منافق یہودی کے درپے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فیصلہ سیدِ عالم ﷺ فرما چکے ہیں لیکن یہ حضور کے فیصلہ سے راضی نہیں۔آپ سے فیصلہ چاہتا ہے فرمایا کہ ہاں! یہ سچ ہے؟ منافق نے کہا: ہاں۔ میں ابھی آ کر فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ

فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لے کر اس کو قتل کر دیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے راضی نہ ہو۔ اس کا میرے پاس یہ فیصلہ ہے۔ (خزائن العرفان، نور العرفان۔ موضح القرآن وغیرہم۔)

قرآن کریم میں اسی کے بارے یہ آیتیں نازل ہوئیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ○ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنَافِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا۔ (پ:۵)

ترجمہ: کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا۔ پھر چاہتے ہیں شیطان (کعب بن اشرف) کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو یہ حکم تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ ان کو دور بہکا دے۔ اور جب انہیں کہا جائے کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں۔

(کنز الایمان ترجمۃ القرآن از سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ۔ تفسیر حسینی ص ۱۷۵ جلد ا میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔)

حضرات! دیکھئے بشر منافق کی رسول دشمنی کس حد تک پوشیدہ تھی۔ بظاہر مسلمان بنا ہوا تھا۔ ہر کام مسلمانوں جیسے کرتا مگر سرورِ کائنات کے فیصلہ کو قبول نہ کرنے کے باعث حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ربّ العزت جل وعلا نے یہود دوستی اور رسول دشمنی کو ظاہر کر دیا۔ آخر جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اوپر مذکور ہے۔

اَرُبَد بن ربیعہ:

یہ شخص دشمن رسول و دشمن صحابہ تھا۔ تفسیر حسینی صفحہ ۵۲۱ جلد ۱ میں اس لعین کی موت کا تذکرہ اس طرح ہے کہ ۹ ھ میں عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے یہ کہا کہ محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں۔ اسی ناپاک ارادہ سے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بڑی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ مگر اربد کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضور ﷺ پر تلوار چلائے القصہ وہاں سے سخت باتیں کہہ کر باہر نکلے اور چلتے وقت عامر بن طفیل نے کہا کہ میں تم پر لشکر جرار سوار اور پا پیادہ لاؤں گا۔ اربد بن ربیعہ بھی ساتھ تھا۔ دونوں کے لیے نبی کریم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں یہ الفاظ عرض کیے:

اللهم اكفهما بما شئت.

اے اللہ! کفایت کر تو ان کے ساتھ جس چیز کے چاہے۔

تو عامر باہر آ کر اربد سے پوچھنے لگا وہ تمام تجاویز کیا ہوئیں۔ تو نے تلوار کیوں نہ چلائی۔ اس نے جواب دیا جب تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تو ان کے درمیان حائل ہو جاتا تھا۔ غرضیکہ جب دونوں کافر مدینہ طیبہ سے باہر نکلے، بجلی گری اور اربد کو جلا دیا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس کی ہلاکت و بربادی کی خبر قرآن کریم میں مجملاً بیان ہے اور اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَ يُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيۡبُ بِهَا مَنۡ يَّشَاءُ وَ هُمۡ يُجَادِلُوۡنَ فِى اللّٰهِ وَ هُوَ شَدِيۡدُ الۡمِحَالِ . (پ:۱۳)

ترجمہ: اور کڑک بھیجتا ہے تو اسے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

تفسیر خازن میں اربد کی ہلاکت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں:

اهلک الله اربد بالصاعقة. (خازن جلد ۴ صفحہ ۷۔ جلد ۷ صفحہ ۲۶۵)

ایک یہودی کا انجام:

بعض فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: اے ابوالقاسم! مجھے یہ بتاؤ کہ آپ کا خدا کس چیز کا ہے؟ موتی کا یا زمرد کا یا یاقوت کا یا سونے کا فوراً غضبِ الٰہی کے ابر سے بجلی گری اور اس کو جلا دیا۔ اس کی حق میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر حسینی۔ صفحہ ۵۲۱ جلد ۱۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھیجی۔ انہوں نے اس کو دعوت دی۔ کہنے لگا محمد ﷺ کا رب کون ہے؟ جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو؟ کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا۔ لوہے کا یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس آ کر سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ ایسا کافر سیاہ دل سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضور نے فرمایا۔ پھر جاؤ۔ صحابہ گئے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا اور کہا محمد ﷺ کی دعوت قبول کر کے ایسے ربّ کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا اور نہ پہچانا۔ یہ حضرات پھر واپس آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا خبث تو ترقی پر ہے۔ آپ نے فرمایا پھر جاؤ۔ بہ تعمیل ارشاد پھر گئے۔ جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا۔ بادل آیا۔ اس میں بجلی چمکی، کڑک ہوئی بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے جب وہاں سے واپس ہوئے تو راستہ میں انہیں صحابہ کرام کی ایک جماعت ملی۔ وہ کہنے لگے وہ شخص جل گیا۔ ان حضرات نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے فرمایا سیّدِ عالم ﷺ کے پاس وحی آئی ہے۔

و یرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء و ھم یجادلون فی اللہ و ھو شدید المحال. (پ:۱۳) خزائن العرفان

شریح قارظہ:

یہ دشمن ناموسِ رسالت بڑا سخت تھا۔ بہت متکبر اور مغرور تھا۔ قریش میں بڑے مرتبے کا پہلوان تھا۔ جنگ احد میں مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار کی طرف سے علم لے کر میدان میں نکلا۔ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک ہی وار سے اس ناہنجار کا کام تمام کر دیا۔ شاہنامہ اسلام میں حفیظ جالندھری نے اس کا اس طرح نقشہ پیش کیا ہے۔

شریح قارخلہ تھا فوج قرشی میں بڑا کامل
نہایت تمکنت سے اب ہوا جھنڈے کا وہ حامل
جناب حیدر کرّار کے ہاتھوں گیا مارا
پڑی وہ ضرب کاری کھل گیا کافر کا بھنڈارا
بغل کے راستے سے قلب تک یہ تیغ در آئی
تو دونوں لشکروں کو اب عجب صورت نظر آئی
علم سے باطنی رشتہ علمبردار کا ٹوٹا
گرے پہلو بہ پہلو ساتھ ظاہر کا نہیں چھوٹا

☆......☆

القصہ تیغ حیدری نے اسے جہنم رسید کر دیا

عبدالدار:

یہ بھی دشمن رسول جنگ احد میں کفار کی ہمنوائی کر رہا تھا۔ شریح قارظہ کے قتل ہوتے ہی کفار نے علم اس کے ہاتھوں میں سونپ دیا۔ اسے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں داخلِ سقر ہونا پڑا۔ ایک اور دشمنِ دینِ اسلام کو حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایسا تیر مارا کہ اس کی زبان باہر آ گئی اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

مسافع ابن طلحہ:

یہ بھی علمبردار کفار تھا۔ جنگِ احد میں حضرت ابن افلح رضی اللہ عنہ نے نیزے سے ہلاک کی۔

نشانہ اس کو نیزے کا بنایا ابنِ افلح نے
علمِ خاک مذلّت پر گرایا ابن افلح نے

اس کے بعد اس کے بھائی کلاب نے قریش کا علم اٹھایا تو زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ نے نیزہ سے ہلاک کر دیا۔ (شاہنامہ اسلام)

خسرو پرویز کا انجام:

٦ھ صلح حدیبیہ کے بعد سیّدِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ اسلام پوری دنیا کے لیے رحمت بن کر آیا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ یہ پیغام ساری دنیا میں پہنچایا جائے۔ اس کے بعد خود ان تمام بادشاہوں کے نام جو آپ کے اردگرد تھے، دعوتی خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی طرف بلایا جب آپ نے بادشاہوں کی طرف خط لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو صحابہ کرام میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

و ان الملوک لا یقرؤن کتابًا مختومًا.

بادشاہ ایسا کوئی مکتوب نہیں پڑھتے جس پر مہر ثبت نہ ہو۔ (تاریخ اسلام ص ۷۰۵۔ از رشید اختر)

تو رسول اللہ ﷺ نے مہر بنوائی جس پر محمد رسول اللہ کے حرف کندہ تھے۔ پھر چھ خطوط لکھے جو ایک ہی دن محرم ۷ھ کو اپنے چھ نامہ بروں کے سپرد کیے اور انہیں مختلف اکناف کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ تمام نامہ بران قوموں کی زبان میں مہارت رکھتے تھے جن کی طرف بھیجے گئے تھے۔

ان میں ایران کے بادشاہ کسریٰ خسرو پرویز کی طرف حضرت عبداللہ بن حذافہ کو

روانہ فرمایا۔ مورخ ابن کثیر امام بخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا یہ گرامی نامہ عبداللہ بن حذافہ کی بجائے حضرت شجاع بن وہب کی وساطت سے خسرو پرویز کو پہنچایا۔ جب نبی کریم ﷺ کا قاصد کسریٰ کے دربار عام میں پہنچا اور خط دیا۔ خسرو کا ایک صاحب خط پڑھنے لگا۔ اس نے پہلے الفاظ سنے ہی تھے کہ غضب میں آ گیا اور اس کے ہاتھوں سے خط چھین کر پھاڑ ڈالا اور حضور پرنور ﷺ کے قاصد کو دربار سے نکال دیا۔ طبری لکھتے ہیں کہ کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کا گرامی نامہ چاک کرنے میں تعلی کی تھی اور کہا تھا:

یکتب الیٰ ھذا و ھو عبدی .

وہ میرا غلام ہو کر یوں مخاطب کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

القصہ جب حضور کا نامہ بر کسریٰ کے دربار سے لوٹ کر مدینہ آیا اور تمام قصہ سنایا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ کے حق میں فرمایا۔ **اللّٰھمّ فرق ملکة** یا اللہ! اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نامہ بر کو دربار سے نکلوانے کے بعد یمن کے حاکم باذام (ایک روایت میں باذان ہے) کو حکم بھیجا کہ محمد (ﷺ) کو قید کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذام نے شہنشاہ کسریٰ کے حکم کی تعمیل میں دو بہادر نوجوان حضور کے پکڑنے کی خاطر مدینہ منورہ روانہ کیے۔ جب یہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے، حضور کے پاس گئے۔ حضور نے فرمایا: تمہارا بادشاہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے۔ جس کی طرف سے تم میرے پاس حاضری کا حکم لائے ہو۔

وہ بے حد متعجب ہوئے، لوٹ کر یمن آئے۔ باذام یا باذان کو نبی کریم ﷺ کے اس معجزہ کی خبر دی۔ وہ بھی سن کر بہت حیران ہوا۔ اسی دن ایران سے ایک سرکاری افسر نے آ کر پرویز خبیث دشمن رسول کے قتل کی خبر دی۔ اس تائید سے یمن کا حاکم بڑا متاثر ہو کر بمعہ درباریوں اور عمائدین کے مشرف باسلام ہوا اور کسریٰ کی بادشاہی اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی جس طرح سیّد عالم ﷺ کے گرامی نامہ کو اس جہنمی نے پارہ پارہ کیا تھا۔ اسی

طرح آج کا پرویز بھی سنتِ رسول کا دشمن اور حضور ﷺ کے فرامین کا باغی ہے۔ یہ نام کی مناسبت قابلِ عبرت ہے۔ پرویز نامی اشخاص سے خیر کی امید عبث ہے۔

تیس کذاب:

سیّد عالم خاتم الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذ وضع السیف فی امتی لم یترفع عنھا الیٰ یوم القیامۃ و لا تقوم الساعۃ حتّٰی تلحق قبائل من اُمتی بالمشرکین وحتّٰی تعبد قبائل من امتی الاوثان و انّہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انّہ نبی اللّٰہ و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی و لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتّٰی یأتی امر اللّٰہ.

(رواہ ابوداؤد والترمذی) مشکوٰۃ شریف۔ صفحہ ۴۶۵

مفہوم: جس وقت تلوار رکھی جائے گی یعنی جنگ وجدال ہوگا، میری امت سے جھگڑا قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک میری امت سے بعض قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہو، اور بعض بتوں کی عبادت کریں گے اور بیشک میری امت سے تیس ۳۰ کذاب ہوں گے جو بزعم خویش اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری امت سے ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔ ان کا مخالف کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا امر (قیامت) آئے۔

مشکوٰۃ شریف، باب الملاحم فصل اوّل صفحہ ۴۶۵ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ قیامت

قائم نہیں ہوگی۔ حتیٰ یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ ۔حتیٰ کہ مبعوث ہوں گے تیس دجال کذاب، ہر ایک اللہ کے رسول ہونے کا گمان کرے گا۔

نیز ابوداؤد جلد دوم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس دجال نہ آئیں، ان میں سے ہر ایک بزعم خویش نبوت کا مدعی ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کے بعد جو مدعی نبوت ہوگا۔ اس کو دجال و کذاب فرمایا۔ اور اپنی امت کی ہدایت کے لیے فرمایا کہ اگر کسی سے یہ سنو کہ "انا رسول اللہ" تو کہہ دو تو دجال اور کذاب ہے اگر کوئی نیا نبی آپ کے بعد آنا ہوتا تو ہادی اسلام ایسا ارشاد نہ فرماتے۔ لہٰذا اظہر من الشمس کہ آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا دجال اور کذاب ہیں۔ اب ان چند کذابوں کی ذلت و عذاب کی موت کا تذکرہ حوالہ قلم کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ جو آج بھی کسی عذاب سے ملحق ہو چکے ہیں، عبرت پکڑیں۔ اور مذہب حق کی طرف راغب ہوں۔

اسود عنسی کذّاب:

ان جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سب سے پہلا اسود عنسی کذاب ہے۔ اس نے یمن کے اک قبیلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اپنی قوم میں صاحبِ حیثیت اور سردار تھا، شعبدہ بازی سے لوگوں پر اثر ڈالنا شروع کیا۔ قریہ قریہ قرب و جوار کے سردارانِ قبائل کو اپنے ساتھ ملایا۔ جب کافی طاقت دیکھی تو علی الاعلان علم بغاوت بلند کیا اور حضور پرنور ﷺ کے عاملوں کو نکال دیا۔ یہ دسویں سال ہجری کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ نجران پر حملہ کر کے اسے بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ پھر صنعا دارالخلافہ یمن پر حملہ کر کے قبضہ جما بیٹھا اور وہاں کے حاکم شہر ابن باذان کو قتل کرادیا۔ آہستہ آہستہ یمن اور جنوب کے علاقہ پر مسلّط ہو گیا۔ اس کے دعویٰ نبوت اور بغاوت کی خبریں آنحضرت ﷺ تک پہنچیں۔ تو آپ نے حضرت

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک اچھی خاصی جماعت کے ساتھ اس فساد کے انسداد اور اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ آخر مقتول حاکم یمن شہر بن باذان کے ایک قریبی رشتہ دار نے جس کا نام فیروز دیلمی تھا، رات کے وقت اس کے محل میں گھس کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مُسیلمہ کذّاب:

دوسرا مدعی نبوت قوم بنی حنیفہ سے تھا اور وہ مسیلمہ کذّاب کے نام سے مشہور ہوا جب اس قوم کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسیلمہ بھی ساتھ تھا۔ واپس جا کر اس نے معمولی شعبدہ بازیوں سے لوگوں پر اثر ڈالنا شروع کیا اور چند بیہودہ فقرے گھڑ کر دعویٰ نبوت کر دیا۔ اس کے بعد پھر مدینہ منورہ آیا نیز حضور ﷺ کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے بھی آپ کے ساتھ امرِ نبوت میں شریک کیا گیا ہے اور نصف ملک میرے اور نصف قریش کے لیے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا ملک تو سب اللہ کے لیے ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے۔ اس کے بعد اس نے یمامہ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ آخر کار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت کی ابتداء میں حضرت خالد، حضرت عکرمہ، حضرت شرجیل رضی اللہ عنہم کے دس ہزار لشکرِ جرار نے مسیلمہ کے چالیس ہزار لشکر کو شکستِ فاش دی اور مسیلمہ نے جو اپنی فوج کے ساتھ تھا، ایک بہت بڑے باغ میں جس کے چاروں طرف نہایت بلند و بالا فصیل تھی، داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے باغ کی فصیل پر چڑھ کر اندر چھلانگ لگا دی اور دروازہ کھول دیا، اسلامی لشکر اندر داخل ہوا اور ان کی خوب پٹائی کی۔ ایک وحشی جو لشکرِ اسلام میں تھا، نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کر کے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دنیا آج بھی ان دشمنانِ اسلام پر لعنتیں بھیج رہی ہے۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین)۔

دو مدعیانِ نبوت جن میں ایک شخص طلیحہ اور سجاح (یہ ایک عورت تھی) تائب ہو کر زمرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (خلافتِ راشدہ، صفحہ ۱۱،۱۲)

صحابہ کرام کی ایمان افروز باتیں:

نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے ایمان وایقان اور اسلام کی پاکیزہ دولت سے براہِ راست مستفیض ہونے والے خوش نصیب افراد کو صحابہ کرام کے عظیم وصف سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے معلمِ کائنات ﷺ سے علوم وعرفان اور تزکیہ وطہارت کے خزانے اپنے دامن میں سمیٹے، حکمت ودانش کو جمع کیا اور پھر بلّغوا عنّی و لو آیة پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تبلیغ حق وصداقت کے لیے زندگی بھر کمر بستہ رہے۔ ذیل میں ان کی چند باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، جن میں فیوض و برکات کا سمندر موجزن ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں ایک ایسے مصنف کے حوالے سے مزین کیا گیا ہے۔ جس کا عقیدہ ونظریہ اپنی ہی تحریر کے برعکس ہے، وہ ہیں اہل حدیث مسلک کے مشہور عالم جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوری مؤلف کتاب رحمۃ اللعالمین ﷺ۔

موصوف کی ایک تصنیف ہے "اصحاب بدر" اسی کتاب سے بعض بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایمان افروز روح پرور اور بصیرت افروز باتوں کو نہایت اختصار سے قلم بند کیا جاتا ہے۔ بعض کلمات فائدہ کے عنوان سے راقم السطور کی طرف سے درج ہوں گے تاکہ روحانی لطافت وچاشنی دوآتشہ ہو۔

لنگر پکانا:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ قریشی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کا سلسلہ کعب بن لوی سے مل جاتا ہے۔ جنگ بدر میں اس وجہ سے شامل نہ ہوسکے کہ آپ کو رسولِ کریم نے سرحد شام میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیج دیا تھا لیکن حضور ﷺ نے انہیں وہیں سے ہی شمولیت کا تمغہ عطا فرمایا جیسے دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم غزوۂ بدر میں شامل تھے۔ بناء علیہ آپ بدری ہوئے نبی کریم ﷺ نے ایک بار ارشاد فرمایا: جو زندہ شہید دیکھنا پسند کرے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔

بوقتِ شہادت آپ کی عمر باسٹھ سال تھی۔ آپ زندگی بھر ہر روز ایک ہزار دینار کے وزن کا لنگر پکایا کرتے تھے۔ (اصحابِ بدر)

فائدہ:

ایک تو آپ کو نبی کریم ﷺ نے شہادت کی بشارت دی، جو حضور ﷺ کے علم غیب پر دلالت ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پاک و ہند میں اولیاء کرام کے عرسوں میں جو لنگر پکایا جاتا ہے اس کی اصل خیر القرون میں پائی جاتی تھی جس کی مثال مذکور ہے۔

(حکایت) کستوری کی خوشبو:

حضرت عبید اللہ بن حارث بن مطلب رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں عبد مناف پر جا کر شامل ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے۔ اصحابِ بدر میں سب سے زیادہ عمر والے آپ ہی تھے۔ حضور ﷺ کی پیدائش سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر میں دشمن کے مقابلہ میں آپ کا پاؤں کٹ گیا تھا، مقام بدر سے ایک منزل مدینہ طیبہ کی طرف واپسی پر آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے اور اسی جگہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا اسی راہ سے گزر ہوا۔ رفقاء نے عرض کیا کہ ادھر سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"ہاں کیوں نہ ہو؟ یہاں ابو معاویہ (حضرت) عبید اللہ بن حارث کی قبر بھی تو ہے۔"

آپ خوش اندام و خوب رو تھے بوقتِ شہادت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(اصحابِ بدر)

فائدہ:

بعداز وصال مزارات اولیاء کرام سے خوشبو کے ظہور پر حضور ﷺ کا ارشاد حجت ہے۔

حضور ﷺ نے پیشانی چوم لی:

حضرت عثمان بن مظعون قریشی رضی اللہ عنہ صاحبِ ہجرتین ہیں یعنی حبشہ اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کا شرف پایا۔ غزوۂ بدر کے چار ماہ بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے خوش بخت ہیں جنہیں مدینہ طیبہ میں وصال کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوئی اور جنت البقیع میں سب سے پہلے یہی دفن ہوئے۔ غسل وکفن کے وقت نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی پیشانی کو چوم لیا۔ ایک خاتون نے دیکھتے ہی کہا۔ عثمان کو جنت مبارک ہو۔

نیز آپ کی قبر پر ایک پتھر بطور شناخت کھڑا کر دیا جب انہوں نے وصال فرمایا تو انہیں حضرت عثمانِ غنی کے برابر دفنایا گیا۔ (اصحاب بدر)

فائدہ:

مزارات پر پتھر لگانا، سنت ٹھہرا، آج کل شناخت کے لیے پتھر میں آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ کے ساتھ ساتھ صاحبِ مزار کا نام کندہ کرا دیتے ہیں۔ ان اعمال و افعال کا ثبوت حضور ﷺ کے عمل شریف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ نیز بعداز وصال جب حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی پیشانی مبارکہ کو چوم کر مشرف فرمایا تو پتہ چلا بزرگانِ دین کے ہاتھوں اور پیشانی کا قبل از وصال یا بعد بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز اس سے تو یہ بھی مستفاد ہے کہ لوح مزار کو چومنا جائز ہے اس لیے کہ حقیقتاً لوح مزار کو نہیں چوما جاتا بلکہ صاحبِ مزار کی پیشانی کو چوم کر سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے تصور کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

پیاروں سے ملاقات کا دن:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسلام کے ابتدائی ایام میں ہی مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیز حضرت سمیّہ بن خیاط آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ یہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے شہادت کا شرف پایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے ہم عمر تھے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے۔

عمار قدموں سے کانوں تک ایمان سے بھرپور ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ.

کے مصداق، حضرت عمار ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمار رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گئے۔ اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

مرحبا بالطیب المطیب.

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار لقتلک الفئة الباغیة. "تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔"

آپ صفین میں دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ پانی طلب کیا تو آپ کی خدمت میں دودھ پیش کر دیا۔ دودھ پی کر کہا:

الیوم القی الاخلاء.

"آج پیارے دوستوں سے ملاقات کا دن ہے۔"

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

عمار! تمہاری آخری خوراک دودھ ہے۔ اسی دوران ایک اور عورت دودھ لے

آئی۔ آپ نے وہ بھی پی لیا اور فرمایا:

الحمد لله تحت السهام. "جنت تو نیزوں کے نیچے ہے۔"

آپ نے ربیع الآخر ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہادت پائی۔

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے اپنے خداد علوم غیبیہ سے کئی سال قبل آپ کو شہادت کی خبر دی اور بوقتِ شہادت آپ کی خوراک تک سے آگاہ کردیا۔ نیز باغی گروہ کی نشان دہی فرما دی۔ واضح رہے کہ ضروری نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں نے شہید کیا ہو بلکہ دونوں لشکروں میں باغی موجود تھے، جنہوں نے اپنے مقصد کے لیے جنگ کی آگ کو مزید ہوا دی۔ انہی باغیوں کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور انہی باغیوں میں سے ابن ملجم تھا۔ جو بظاہر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف داری کرتا رہا مگر آخر کار اسی کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰ کو کاری زخم لگا، جس کے باعث آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

ادب واحترام مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جان کی قربانی:

حضرت بشیر بن براء بن معرور انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو مسلیمہ میں سے ہیں۔ بیعت عقبہ کا شرف حاصل کیا۔ بدر، احد، خندق میں شجاعانہ خدمات انجام دیں، بمقام خیبر یہ نبی کریم ﷺ کے دستر خوان پر تھے، جب یہودیہ نے مسموم (زہریلا) گوشت پیش کیا۔ انہوں نے اس سے لقمہ کھالیا اور زہر سے شہید ہو گئے۔ (شہادت سے قبل) ان کا بیان ہے کہ لقمہ کا مزا مجھے خراب معلوم ہوا تھا مگر نبی کریم ﷺ کے سامنے لقمہ اگلنا ادب کے خلاف تھا، ان کو نبی کریم ﷺ نے بنوساعد کا سردار مقرر فرمایا تھا۔ (اصحاب بدر)

فائدہ:

ادب واحترام مصطفیٰ ﷺ کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہوسکتا ہے کہ جان دے دی مگر حضور ﷺ کے ادب کو آنچ تک نہ آنے دی۔ سچ فرمایا:

"ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں"۔

شاتمانِ صحابہ کرام کا انجام:

اہل بیت اور اصحابِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت عین حب رسول اکرم ﷺ ہے اور ان سے دشمنی رسول اکرم ﷺ سے دشمنی کے مترادف ہے مگر بعض لوگ بڑے لطیف پیرائے میں حبِ اہل بیت کے پردہ میں اہل بیت سے دشمنی اختیار کیے ہوئے ہیں کیونکہ وہ ممدوحینِ اہل بیت صحابہ کرام کی شان اقدس میں غلیظ الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ زبان وقلم سے ان کا یہ وظیفہ شعار بن چکا ہے۔ امتِ مصطفیٰ میں اہل بیت کی جتنی تعریف صحابہ کرام نے فرمائی اس کی مثال ناممکن ہے اور اصحابِ رسول کے جو اوصاف اہل بیت نے ارشاد فرمائے ان کی تمثیل بھی محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایمان واسلام کے لیے ان کا وجود جزو ایمان اور معیار قرار پایا۔ یہاں عبرت کے لیے شاتمانِ صحابہ کی شرعی حکم کے ساتھ حکایات درج کی جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ سبق حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں کتاب وسنت ناطق ہیں، فضائل و مناقب سے کتب تاریخ پُر ہیں۔ حضور سیّد عالم ﷺ کے اہل بیت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام کو گالی دینا بے ادبی اور گستاخی کرنا توہین وتنقیص کا نشانہ بنانا حرام و کفر ہے، جو ایسا کرے وہ ملعون ومفتری ہے اور کذاب ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کہے کہ کفر وضلال پر تھے وہ کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ (شفاء قاضی عیاض)

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو اصحاب رسول کی عزت نہ کرے وہ گویا کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ (النار الحامیہ مولانا نبی بخش حلوائی)

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری محبت اور سیدنا ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض و دشمنی ایماندار کے دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔

حضرت امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ جو اصحابِ رسول کی شان میں گستاخانہ الفاظ بولے وہ زندیق ہے کیونکہ خدا اور رسول اور قرآن و احکام شریعت حق ہیں لیکن ہم تک سب چیزیں صحابہ کرام کے بغیر نہیں پہنچیں، پس جو ان پر جرح کرتا ہے اس کا مقصد کتاب و سنت کے مٹانے کے سوا اور کچھ نہیں، پس درحقیقت شاتم صحابہ کرام ہی زندیق، گمراہ، کاذب اور معاند ہے۔ (مکتوب امام ربانی)

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عنقریب ایک ایسی قوم نکلے گی جسے لوگ رافضی کہیں گے تم انہیں جہاں پاؤ۔ ان سے دور رہنا آپ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ان کی کیا علامت ہے؟ فرمایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتی ہوگی۔ (الصارم المسلول، ص ۵۸۳، ابن تیمیہ)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو گالیاں دے کر مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی، جس نے انہیں ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے خدا تعالیٰ کو ناراض کیا۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ قریب ہے کہ وہ اسے گرفتار عذاب فرمائے۔ (ترمذی شریف، شفاء شریف)

(حکایت) اور اس کا سر قلم کردیا:

محمد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں خواب میں نبی کریم ﷺ، حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا کیا دیکھتا ہوں، کی حضرت عمر نبی کریم ﷺ سے عرض کر رہے ہیں کہ وہ شخص مجھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ ابو حفص۔ (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اسے میرے پاس لاؤ، آپ گئے اور حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے آیا۔ اس کا نام عمانی تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اسے زمین پر لٹادو اور قتل کر ڈالو۔ (یاد رہے کہ یہ شیخین کو گالیاں دینے میں اپنی مثال آپ تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمانی کے سر پر تلوار ماری اور سر قلم کر دیا۔

محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے عمانی کی چیخوں نے بیدار کر دیا، میں نے خواب سے اٹھتے ہی اس کے گھر کا راستہ لیا تا کہ اس کو عبرتناک اور سبق آموز واقعہ سے آگاہ کر دوں کہ تائب ہو کر اپنی آخرت سنوار لے۔ جب میں اس کے گھر کے قریب پہنچا تو رونے کی آواز سنائی دی۔ دریافت کیا تو اس کے گھر والوں نے کہا کہ آج رات جب وہ اپنے بستر پر سو رہا تھا، کسی نے آ کر قتل کر دیا۔ میں آگے بڑھا اس کی گردن کو دیکھا تو خون آلود تھی۔

(کتاب الروح، ابن قیم، ص ۳۲۸)

(حکایت) اور وہ تمام زمین میں دھنس گئے:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی شہرہ آفاق کتاب "جذب القلوب" ص ۱۸۶ میں نقل فرماتے ہیں کہ رافضیوں کا ایک گروہ امیر مدینہ کے پاس آیا۔ بہت سا مال اور ہدیہ اس غرض سے اس کے ہاں لایا کہ روضہ مبارک کو کھود کر اجسادِ مطہر سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نکال لیں۔ امیر مدینہ نے بوجہ بدمذہبی اور لالچ اس مقبوح فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربانِ حرم شریف سے کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لیے حرم کھول دیں۔ یہ جو کچھ بھی وہاں کریں منع نہ کرنا۔

دربان روضۃ النبی کا بیان ہے کہ جب لوگ نمازِ عشاء پڑھ چکے، دروازہ بند

کرنے کا وقت ہوا تو چالیس آدمی پھاوڑے، کدالیں اور شمعیں ہاتھ میں لیے ہوئے باب السلام پر موجود تھے، انہوں نے دروازہ کھٹکٹایا میں نے امیر کے حکم کے پیش نظر دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشہ میں دب کر گریہ وزاری کرنے لگا۔ بار بار سوچتا نہ معلوم کیا قیامت گزرنے والی ہے۔

ابھی وہ منبر شریف تک بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ عذاب الٰہی کا نزول ہوا۔ سب کے سب بمع ساز وسامان اور جو آلات وغیرہ ہمراہ لائے تھے، اس ستون کے پاس جو زیارتِ عثمان رضی اللہ عنہ ہے زمین میں دھنس گئے۔

ادھر امیرِ مدینہ ان کا منتظر تھا جب کافی وقت گزر گیا، امیر نے مجھے بلا کر ان کا حال معلوم کیا، میں نے جو کچھ دیکھا، سنا دیا، اسے یقین نہ آیا۔ میں نے کہا کہ آپ اندر جا کر دیکھئے ابھی خسف یعنی زمین کے پھٹنے کا نشان موجود ہے۔

طبری نے اس حکایت کو ثقت کی طرف منسوب کیا ہے جو صدق و دیانت میں معروف ہیں اور بعض مورخینِ مدینہ نے بھی اسی طرح لکھا ہے چنانچہ تاریخ سہموی میں بھی مذکور ہے۔ (تاریخ مدینہ، جذب القلوب، ص ۱۸۸)

(حکایت) عظیم آباد کا عظیم واقعہ:

مولوی امیر علی مرحوم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مشہور تصنیف اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۵۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ دس سال قبل عظیم آباد میں ایک رافضی اور ایک سنّی کے آپس میں تعلقات تھے، سنی جب حج کے لیے روانہ ہونے لگا تو وہ رافضی بھی اسے الوداع کرنے آیا اور اس سے کہنے لگا۔ میری ایک آرزو ہے جسے کہنے کی طاقت نہیں۔ سنّی نے کہا بتاؤ تو سہی اس نے کہا تم مجھ سے وعدہ کرو کہ میرا پیغام جناب "رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کردو گے۔ سنّی نے کہا: عرض کردوں گا۔ رافضی نے کہا کہ بوقت زیارت گوئی کہ با حضرت شوق دارم دلے ازیں جہت آمدن نتوانم کہ مردود دشمن نزد

شما مدفون اند۔" (بوقت زیارت عرض کرنا کہ حضور مجھے حاضری کا شوق ہے مگر اس وجہ سے قاصر ہوں کہ آپ کے دو دشمن (معاذ اللہ) آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔)

سنی نہایت دلگیر ہوا اور کہنے لگا مجھے اس پیام کے عرض کرنے کی طاقت نہیں، القصہ جب سنی زیارت سے مستفیض ہوا تو اس رافضی کا پیام یاد آیا لیکن اتنا وقت نہ تھا کہ عرض کرتا۔

دوسرے دن جب قافلہ روانہ ہونے لگا، رات کو روضۃ النبی ﷺ کی زیارت کے لیے دوبارہ حاضر ہوا۔ زار و قطار آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی حالت میں گر پڑا۔ اونگھ طاری ہو گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گردن میں قرآن حمائل کیے ہوئے ہیں اور بائیں طرف حضرت سیدنا فاروق اعظم تلوار حمائل کیے ہوئے ہیں۔ سیّدِ عالم ﷺ حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت فاروق اعظم تلوار چلاتے ہیں اور اس کا سر قلم کر دیتے ہیں۔

سنی بیان کرتا ہے جب میں عظیم آباد میں واپس آیا۔ یہ تمام واقعہ مولوی خدا بخش خان صاحب سے ذکر کیا۔ تین چار روز بعد اس کے گاؤں گیا تو رافضی کے اہل و عیال کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا دوست چند دن ہوئے قضائے حاجت کے لیے رات کو باہر نکلا تو کسی نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور ٹکرے ٹکرے کر کے گڑھے میں پھینک دیا۔ صبح کو یہ معاملہ ظاہر ہوا مگر کسی قاتل کا نشان نہ ملا۔

سنی یہ داستان بیان کر کے اتنا رویا کہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا۔ رافضی کے اہل و عیال نے یہ خیال کیا کہ یہ اپنے دوست کے فراق میں رو رہا ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔

ہیں وزیر احمد مختار یار مصطفیٰ	اہل حق کا قافلہ سالار یار مصطفیٰ
ہیں صحابہ کے امام و پیشوا و مقتدا	سرور عالم کے یار غار یار مصطفیٰ
حضرت فاروق اعظم کے رفیق وغمگسار	حیدر و عثمان کے دلدار یار مصطفیٰ
رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی ایک تفسیر جمیل	ہیں اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ یار مصطفیٰ
التجا تابش قصوری کی یہی ہے رات دن	یا الٰہی ہو عطا دیدار یار مصطفیٰ

حرفِ آخر:

دور جدید میں رواج سا پڑ گیا ہے کہ علماء اسلام نے مذہب کوفرقوں میں تقسیم کر رکھا ہے، حالانکہ سیاسی فرقہ بندی حشرات الارض کی طرح پھیل چکی ہے اور ہر سیاسی جماعت نے مذہب کوتنقید وتنقیص کا نشانہ بنا رکھا ہے اور اربابِ حل وعقد کا اس وقت تک کھانا ہضم نہیں ہوتا جب تک وہ مذہب پر تیرونشتر نہ برسالیں۔ یہود ونصاریٰ سے ممالکِ اسلامیہ کے اہلِ اقتدار نے دوستی کی پینگیں چڑھا رکھی ہیں۔ ان کا حکم غلاموں کی طرح گردنیں جھکا کر تسلیم کرتے ہیں۔ عوام مسلمین پر اقلیت کی حکمرانی ہے اور وہ کفار ومشرکین کی یاری پر نازاں ہیں اور محبانِ اسلام کوفرقہ پرستی کا طعنہ دیتے نہیں تھکتے۔ جب کہ جوفرقے ہیں ان کی سرپرستی کرتے ہیں اور جو جماعت ہے اسے زبان وقلم سے مجروح کرنے کی سعی ناتمام میں مصروف ہیں۔

دنیائے اسلام میں اہل سنت (۸۰) اسی فیصد ہیں جبکہ تمام فرقے بیس فیصد مگر اغیار کی سازشوں سے اقلیت، اکثریت پر حکمران ہے۔ آج سُنّیت کا وہی حال ہے جو اسلامی ممالک کا غیر مسلم کے سامنے۔ افغانستان، عراق، فلسطین، چیچنیا اور کشمیر پر جملہ کفریہ طاقتیں متحد ہو کر حملہ آور ہیں۔ جبکہ ممالکِ اسلامیہ کے اربابِ حل وعقد ان کے معاون بنے ہوئے ہیں۔ سیّد عالم ﷺ کا ارشاد الکفر ملة واحدة کتنا سچا ہے۔ افسوس کہ مسلمان منتشر ہیں۔ گویا کہ یہ قیامت سے پہلے قیامت ہے۔

سیاسی تفرقہ بندی میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ اس کا صحیح فیصلہ کرنا کسی کے بس کی بات نہیں مگر مذہبی و اسلامی فرقہ بندی کا فیصلہ تو سیّد عالم مخبر صادق نبی مکرم ﷺ فرما چکے ہیں کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں بہتر (۷۲) فرقے جہنمی اور صرف ایک جماعت جنتی ہوگی۔ اور جسے نبی کریم ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت سے نوازا وہ صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہے۔ الحمد للہ علی منہٖ و کرمہٖ تعالیٰ۔

اس کے پیش نظر حضرت علامہ مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی زید مجدہٗ نے حقائق و دلائل کی روشنی میں "اہل سنت، اہل جنت" ایسی جامع کتاب تصنیف فرما کر مسلکِ حق کو واضح کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ ازیں قبل "حق و باطل میں فرق یعنی اہل سنت اور اہل حدیث" لکھ کر قلمی جہاد میں قدم رکھ چکے ہیں۔ جس پر عالمی مبلّغ اسلام نازش سادات حضرت علامہ الحاج الحافظ سید محمد عرفان شاہ مشہدی قادری مدظلہٗ اور استاذ العلماء، مناظرِ اسلام، رئس المحد ثین حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہٗ اپنے تائیدی کلمات و دعوات مستجاب سے حوصلہ افزائی فرما چکے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حنیف رضا نقشبندی زید مجدہٗ مفتی اعظم کشمیر، حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد عبدالحکیم صاحب نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھانجے ہیں اور موصوف کے آباء و اجداد علوم و فنونِ اسلامیہ کے امین چلے آ رہے ہیں۔ انہی کے فیوض و برکات علمیہ کو بڑی جرأت سے تحریری و تقریری طور پر تقسیم فرما رہے ہیں۔ پیشِ نظر آپ کی دوسری تصنیف ہے جس کے ذریعے مسلکِ حق اہلسنّت کو واضح کرتے ہوئے روافض کی تردید فرمائی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے جس اندازِ تحریر کو اپنایا ہے یہ اپنی جگہ درست ہے مگر میرا مشورہ ہے کہ حکمت عملی اور احسن کلمات کو ضبط تحریر میں لاتے ہوئے مزید کشش پیدا فرمائیں تاکہ جدید طبقہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کرے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو بغور پڑھیں اور از خود فیصلہ کریں کہ حق پر کون ہے؟ امید ہے کہ ہر انصاف پسند مسلمان پر حق ظاہر ہو جائے گا اور وہ اعتراف کرتے ہوئے پکار اٹھے گا۔ اہل سنت و جماعت ہی حق و صداقت پر گامزن ہیں۔ یہی صراط مستقیم کو اپنائے ہوئے ہیں۔ یہی جماعت ہی انعام یافتہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کے قلم کو انوار و تجلیات بکھیرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

فقط

محمد منشا تابش قصوری

محرم الحرام ۱۴۲۹ھ/۸ جنوری ۲۰۰۸ء جمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنیوں کی آواز دبائی نہیں جاسکتی!

کلکِ رضا ہے خنجر خون خار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

سُنّی بہادر قوم، غیور اور باضمیر قوم ہیں، انہوں نے کبھی جان دینے سے دریغ نہیں کیا۔ وہ قربانی دینے سے نہ پہلے گھبرائے اور نہ اب ڈرتے ہیں۔ سُنیّت ہی کے وہ اکابر تھے جنہوں نے پاکستان بنایا۔ وہ سنی ہی تھے جنہوں نے آزادی کی جنگ لڑی اور وہ سنیت ہی کے قائدین اور ہونہار فرزند تھے جنہوں نے کالا پانی کی سزائیں کاٹیں۔ سُنیت ہی کے وہ رہنما تھے جنہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ سنیوں ہی کے وہ نوجوان تھے جنہوں نے قومی اتحاد اور سنی تحریک شروع کی۔ اب ہم یہ کیسے باور کرلیں کہ پوری قوم بے حس ہو چکی ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کسی مسجد کا خطیب بے حس ہو گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی قومی لیڈر کسی لالچ میں آ کر بے ضمیر ہو گیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی قومی رہنما آرام طلبی اور غفلت میں پڑ کر اور بے حسی اختیار کرلی ہو۔ لیکن جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے تو وہ یہ بتاتی ہے کہ سُنّی غیور ہے بے حس نہیں ہے۔

میری علمائے کرام اور عوام اہل سنت سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت بیان کرنے کے لیے میلادِ مصطفےٰ ﷺ منانے کے لیے ہم کسی کے محتاج کیوں رہیں؟ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، ہم رسولِ گرامی کی عظمت کے گیت گاتے رہیں گے۔ ہمیں

ارباب حکومت سے کیا سروکار؟ ہم حکام کے محتاج کیوں رہیں؟ ہم اگر محتاج ہیں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ علمائے حق کی بری شان ہے۔ اگر کسی نے مولویت کو غلط تصور کر رکھا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے، مولویت کسی کاسہ لیسی کا نام نہیں، مولویت رشوت و دلالی کا نام نہیں، مولویت کسی مصلحت نوازی کا نام نہیں ہے۔

سن لو! اس دور میں مولویت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفکر کا نام ہے۔ مولویت مجدد الف ثانی (گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے) مجدد دین وملت کی یلغار کا نام ہے۔ مولویت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی ولایت کا نام ہے۔ مولویت علامہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کا نام ہے۔ مولویت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی جرأت و بہادری کا نام ہے۔ مولویت علامہ مفتی اعظم آزاد کشمیر مفتی محمد عبد الحکیمؒ کی فقاہت کا نام ہے۔ مولویت شاہ احمد نورانی کی نورانیت کا نام ہے۔ مولویت قبلہ عالم عارف باللہ پیر محمد عبد اللہ لدڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت کا نام ہے۔ مولویت حضرت پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی کی للکار کا نام ہے۔ ہر داڑھی والے کو مولوی مت سمجھو کیونکہ اس نے شکل وصورت تو مولوی کی بنائی ہوئی ہے حقیقتاً اس کا مولویت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولوی ہو کر دین فروخت کرے، مولوی ہو کر رشوت لے، مولوی ہو کر دلالی کرے، مولوی ہو کر دنیاداروں کا ٹاؤٹ بنے، میں اسے مولوی نہیں کہتا بلکہ دین اسلام کا لفنگا کہتا ہوں اور دین اسلام کا غدار تصور کرتا ہوں۔ ایسے شخص کو مولوی کہنا جرم سمجھتا ہوں۔ ایسے مولوی وقت کے دھارے پر بہہ جاتے ہیں۔

آج میں بڑے واضح الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مولویت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مولوی اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھ کر ٹاؤٹ ہوسکتا ہے، مولوی اپنے نام کے ساتھ اہل حدیث لکھ کر ٹاؤٹ ہوسکتا ہے، مولوی اپنے نام کے ساتھ رافضی لکھ کر ٹاؤٹ ہوسکتا ہے

۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں میں رعنائی رکھی ہے، سنی مولوی کبھی ٹاؤٹ نہیں ہو سکتا۔ سنی مولوی کبھی امریکہ اور آمریت کا ایجنٹ نہیں ہو سکتا، سنی مولوی ظلم و جبر، جور و جفا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا ہے۔ اہل سنت کا نام لینے والا ہو اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کی یاد تازہ نہ کرے میں اسے سنی نہیں سمجھتا بلکہ منافق سمجھتا ہوں۔ سنی ایک تحریک کا نام ہے، سنی ایک جرأت کا نام ہے، سنی ایک للکار کا نام ہے، سنی ایک کردار کا نام ہے، سنی ایک سچائی کا نام ہے، اسی لیے تو آج دنیا بے اختیار پکار اٹھتی ہے کہ "اہل سنّت اہل جنت"۔

کراچی نشتر پارک میں ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ کا سانحہ ناقابل برداشت ہے، حکام وقت کو چاہیے کہ دہشت گردوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائیں اور شہدائے عید میلاد النبی ﷺ کا خون ضائع نہ جانے دیا جائے۔

میں دشمنانِ رسول سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ تخریب کاری اور دہشت گردی کا راستہ چھوڑ دو ورنہ یہ سنی تحریک ایک طوفان بن کر اٹھے گی جس کے راستے میں کوئی چیز نہیں ٹھہر سکے گی، ہم اپنے نبی پاک ﷺ کی آبرو کے لیے، عزت کے لیے، تقدس کے لیے اپنی جان تک دے دیں گے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ ارشاد رسول ﷺ ہے بخاری شریف کی حدیث ہے:

لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہ والناس اجمعین.

ترجمہ: تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں محبت رسول ایمان کی اساس ہے، لہٰذا کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے آقا و مولا ﷺ کی شانِ اقدس میں بے ادبی اور گستاخی ناقابلِ

برداشت ہے۔اب بھی اگر مسلم حکمرانوں اور اقوام عالم نے گستاخی رسول کے انسداد کے لیے موثر قانون سازی نہ کی تو شمع رسالت ﷺ کے پروانے غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کفر مٹتا جارہا ہے اور اسلام پھیلتا جارہا ہے۔ اسلام کو پھیلتا دیکھ کر کفر چلا رہا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ مسلمانوں نے کسی دور میں بھی اپنے نبی تاجدار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شانِ اقدس میں بے ادبی اور گستاخی برداشت نہیں کی اور نہ قیامت تک برداشت کریں گے۔ اس لیے اربابِ اقتدار امریکی ہوں یا برطانوی، ہندوستانی ہوں یا پاکستانی، یا سعودی حکومت ہو یا دنیا کے کسی ملک کا کوئی بھی حکمران۔۔۔ہم مسلمان اپنے نبی ﷺ کے ناموس پر اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔

بتا دو گستاخ نبی ﷺ کو کہ غیرت سنی زندہ ہے
ان پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اللہ کرے کہ مسلمان ایسے گستاخوں سے عبرت حاصل کریں اور تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر تمام مسلمان متحد ہو کر دشمنانِ اسلام کو منہ توڑ جواب دیں اور تحفظِ مقام مصطفےٰ ﷺ کے لیے اتحاد اور اتفاق کا مظاہرہ کر کے یہ واضح کر دیں کہ مسلمان تحفظِ ناموسِ رسالت اپنا تن من دھن قربان کر سکتا ہے۔

امت مسلمہ کی عزت وغیرت اس بات میں منحصر ہے کہ وہ اپنے نبی پاک ﷺ کی عزت وحرمت، عظمت وتقدس پر نہ صرف مر مٹے بلکہ اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اپنے ایمان کی بقا اور تحفظ کا سامان کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اذہان وقلوب کو حضور تاجدار کون ومکان ﷺ کی محبت وادب اور اطاعت واتباع سے منور فرمائے اور اپنے نبی پاک ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے لیے مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بقول شاعر

نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی، حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

....

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نبی کریم ﷺ وہ پاک ہستی ہیں جن سے نور ونگہت کے سوتے نقوش کفِ پائے حضوری کی اترن سے پھوٹتے ہیں۔ جمال وجلال کی ہر کیفیت اس در اقدس کی چاکری پر مامور ہے۔ ملائکہ مشک بار درودوں کے گجرے اور سلاموں کے تحفے لے کر حضور کے دراقدس پر شرف باریابی کے لیے منتظر رہتے ہیں۔ فرشتے قطار اندر قطار اترتے ہیں۔ یہ بارگاہ ادب کی بارگاہ ہے، اس بارگاہ رسالت ﷺ کی ذرا سی بے ادبی کفر ہے۔ نبی کائنات ﷺ تو خود اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے کافروں کو تحفظ دیا اور ان کے جان ومال کی حفاظت کے لیے انتظامات فرمائے، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں یہودیوں اور عیسائیوں کے وفد آتے تو آپ ﷺ ان کو مسجد نبوی شریف میں ٹھہراتے تھے۔ نبی پاک علیہ السلام خود اپنے دست مبارک سے ان کی تواضع فرماتے، اسلام کو غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کوئی چڑ نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ ان کے جان ومال کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے ہے۔ جو گستاخِ رسول ﷺ اتنے صریح احکام سن کر بھی گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہو پھر اسے معاف نہیں کیا جاتا بلکہ قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہے جو تمام جرائم کی جڑ ہے۔ لہٰذا ایسے مجرم جرم کرنے والے کو ختم کرنا ضروری ہے۔

عقیدۂ اہلسنّت

اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ وہ اللہ رازق ہے اور وہ ہی خالق ہے، وہ ہی شافی ہے وہ ہی کافی ہے وہ ہی مددگار ہے، وہ ہی سمیع و بصیر ہے، وہ ہی حیی و قیوم ہے، اس کی ہر صفت ذاتی ہے اور مخلوق کی ہر صفت عطائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت عطائی نہیں ہوسکتی اور مخلوق کی ہر صفت ذاتی نہیں ہوسکتی اور یہ وہ حدِ فاصل ہے جس پر توحید کا مضبوط ترین محل قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں، رسولوں اور ولیوں کے پاس علم ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے۔

اختیار ہے تو اللہ کی عطا سے ہے، تصرف ہے تو اللہ کی عطا سے ہے۔ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر ہیں یعنی ان حضرات کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ کی ذات گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت کرنا کفر ہے، شرک ہے جو کہ ناقابل معافی جرم ہے، اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہ بخشے گا۔ تعظیم و توقیر اور چیز ہے اور توقیر کو عبادت قرار دینا سراسر بے وقوفی ہے، جہالت ہے۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور ساری خدائی اس کی محتاج ہے، جو چاہے کرتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں کوئی بھی اس سے پوچھنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سارے نبی برحق ہیں، سچے ہیں، معصوم ہیں، ان سب نبیوں، رسولوں میں سے سب سے افضل و اعلیٰ اکمل و اجمل سب سے امجد سب سے اشرف اللہ

تعالیٰ کے محبوب سرور کائنات رسول دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ نبی پاک ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔نہ شریعی نہ غیر شریعی ، نہ ظلی نہ بروزی، لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

نبی کریم ﷺ کی امت سارے نبیوں کی امتوں سے افضل ہے اور اس امت میں سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب سے افضل ہیں اور ان صحابہ کرام میں سے خلفائے راشدین سب سے افضل ہیں۔

صاحبزادہ مولانا مفتی محمد حنیف رضا نقشبندی ڈڈیالوی

بریڈفورڈ، جامعہ الحکیم مدرسہ اشاعت القرآن

اہل سنت اہل جنت

اہل سنت اہل حق ہیں، اہل سنت سواد اعظم ہیں، اہل سنت آل رسول کے غلام ہیں، اہل سنت صحابہ کرام کے غلام ہیں اور یہ جماعت اولیاء اللہ کی جماعت ہے۔

روافض فرقہ سے ملتے جلتے اور وہابی فرقہ سے ملتے جلتے عقیدے رکھنے والے مولویوں سے قطعی الگ رہیں۔ ایسے نام نہاد سنی گمراہ کن نظریات رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

تفترق امتی علی ثلاثة و سبعین فرقه کلهم فی النار الا ملة واحدة قال فوا من هی یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما انا علیه و اصحابی و فی روایة وهی الجماعة.

(ترمذی عن ابی هریرة المستدرک للصحیحین.)

میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سا گروہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری سنت اور میرے صحابہ کے طریقے کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اہل جماعت ہوں گے یعنی اس روایت میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بتایا گیا ہے۔

اخبر النبی ﷺ تفترق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة الناجیة منها واحدة والباقون هلکی قیل ومن الناجیة قال

اھل السنة و الجماعة قیل و ما السنة و الجماعة قال ما انا علیه و اصحابی.

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں سے صرف ایک گروہ نجات پانے والا ہوگا اور باقی جہنم میں ہلاک ہو جائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا۔ فرمایا اہل سنت و جماعت، عرض کیا گیا سنت و جماعت کا کیا مطلب؟ فرمایا وہ طریقہ جس پر اس وقت میں ہوں اور میرے صحابہ کی جماعت۔

اس سے ملتی جلتی ایک اور روایت میں ہے:

انه علیه الصلوٰة والسلام لما قال الناجی منها واحدة قالوا یا رسول اللّٰه و من هم قال اهل السنة والجماعة فقیل و من اهل السنة والجماعة قال ما انا علیه و اصحابی.

(احیاء العلوم، امام غزالی، ج ۳ طبع مصر)

ترجمہ: نبی کائنات حضرت محمد ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک نجات پانے والا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ ایک نجات پانے والا کون ہے؟ فرمایا اہل سنت و جماعت۔ تو عرض کیا گیا اہل سنت و جماعت کون ہیں؟ فرمایا جو طریقہ نبوی و جماعت صحابہ کے پیروکار ہیں۔

ملا علی قاری محدث کبیر فرماتے ہیں:

لا شک و لا ریب انهم هم اهل السنة و الجماعة انهم اثنان و سبعون فرقة کلهم فی النار و الفرقة الناجیة هم اهل السنة. (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱ ص ۲۴۸)

ترجمہ: اس بات میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے

بہتر فرقے سب کے سب دوزخ میں جائیں گے اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

جیلان کے تاجدار غوث اعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

و اما الفرقة الناجية فهی اهل السنة و الجماعة .

ترجمہ: لیکن نجات پانے والا فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ج ا، ص ۸۵)

روافض فرقہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اہل جماعت، اہل فرقہ، اہل البدعہ اور اہل سنت کیا ہیں؟ تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و اما اهل السنة فالمستمسكون بما سنه الله و رسوله و ان قلوا و اما اهل البدعه فالمخالفون لامر الله و لكتابه و لرسوله والعاملون برايهم و اهواهم و ان كثروا .

ترجمہ: اہل سنت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوط پکڑنے والے ہیں اگرچہ تھوڑے ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے اور اپنی آراء اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔ (احتجاج طبرسی، ص ۹۲، طبع تہران)

روافض مذہب کی دوسری معتبر کتاب جامع الاخبار میں حدیث قدسی مرقوم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آقا دو عالم فخر آدم و بنی آدم جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اہل سنت و جماعت کے لیے یہ خوشخبری سنائی۔

ليس على من مات على السنة و الجماعة عذاب القبر و لا شدة يوم القيامة يا محمد من احب الجماعة احب الله و الملائكة اجمعين.

ترجمہ: جو شخص مذہب اہل سنت و جماعت پر مرے گا اسے نہ قبر میں عذاب ہوگا اور نہ اس پر روزِ قیامت کی سختی ہوگی۔ اے محمد ﷺ! جو اس جماعت سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے اس سے محبت کریں گے۔ (جامع الاخبار شیعی ۹۰، فصل سی ششم)

والدین مصطفیٰ ﷺ

سوال: والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ دلائل کے ساتھ جواب سے نوازیں۔ (ایک سائل)

جواب: نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما مومن اور صاحبِ ایمان تھے۔ اس لیے ان کے متعلق جنتی ہونے کا عقیدہ رکھنا چاہیے۔

قرآن وحدیث کی بہت سی نصوص اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ والدین مصطفیٰ ﷺ کامل و اکمل ایمان والے تھے اور جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ العیاذ باللہ جنتی نہیں تھے وہ پرلے درجے کے بے وقوف جاہل اور بے ادب و گستاخ ہیں۔ نبی کریم تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک اور حضرت حوا علیہا السلام سے لے کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تک جن جن مومن مردوں اور عورتوں کے رحموں اور پشتوں میں آپ کا نور منتقل ہوتا رہا ان کو اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرما رہا تھا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں تمام اہل ایمان میں سے ہیں۔

قرآن پاک سے ثبوت:

وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَد. (سورۂ بلد، پ ۳۰)

ترجمہ: قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

اس آیت مقدسہ میں ہر اس والدِ گرامی کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے جس کے صلب میں نور محمدی ﷺ نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا ہوا نبی پاک ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک میں آیا اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں ظہور پذیر ہوا۔

فخر المفسرین قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری ج ۱۰ صفحہ ۲۶۴ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: آیت کریمہ میں لفظ والد سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یا ہر والد مراد ہے اور وَمَا وَلَد سے مراد نبی پاک ﷺ کی ذات مقدسہ ہے اور خود تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعے اپنے نسب کی کرامت وطہارت کی نشاندہی فرمادی تاکہ کوئی بدبخت کسی طرح سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب کے بارے میں کسی بھی بدگمانی اور شک وشبہ کی جرأت نہ کرسکے۔

ارشاد رسول ﷺ ہے ترمذی شریف ج ۲ صفحہ ۲۳۲ میں

نسب اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں بہترین گروہ میں شامل فرمایا پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا۔ جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ گھرانہ عطا فرمایا۔ میں از روئے ذات اور خاندان کے سب سے افضل واعلیٰ ہوں۔

حضور ﷺ کے والدین کریمین کا زندہ ہوکر مقام صحابیت کا پانا:

بعض روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین موت کے بعد دوبارہ زندہ ہوکر نبی کریم ﷺ کا کلمہ پڑھا اور مقام صحابیت پر فائز ہوگئے۔ یہ حضور ﷺ کا معجزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات میں سے ہے۔ آقا علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری خاطر میرے والدین کو زندہ فرمادیا اور مجھ پر ایمان لائے اور اس کے بعد ان کو برزخ کی طرف لوٹا دیا گیا۔ یہی بات عارف کامل حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ مہریہ میں بھی نقل فرمائی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سے زیادہ قول نقل فرمائے ہیں۔ **شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام** حضور کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ حضور کی والدہ ماجدہ کی آخری بات ہے کہ ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا ہے اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہوگا۔ میں مرتی ہوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے ہوتا رہے گا۔ میں کیسی خیر عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی فراست ایمانی اور نورانی پیشین گوئی قابل غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکر خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب و عجم کی ہزاروں شاہ زادیاں بڑی بڑی تاج والیاں خاک میں مل گئیں، جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا مگر مشارق و مغارب، زمین و آسمان، محافل و مجالس میں ذکر والدین مصطفیٰ ﷺ تا قیامت ہوتا رہے گا، ذکر والدین مصطفیٰ سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابد الآباد تک گونجیں گے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور رسوا کن عذاب ہے آج اگر کوئی کسی کے والدین کو جہنمی کہے تو برداشت نہیں کر سکتا تو اندازہ لگا لو کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ کے والدین کی بے ادبی بھی کرتے ہیں تو کیا حضور ﷺ ایسے بے ادبوں پر خوش ہوں گے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں اس لیے ایسی بے ادبی کر کے نبی پاک ﷺ کا دل زخمی نہ کرو، حضور ﷺ کو اذیت دینا چھوڑ دو اور حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا ادب کرو۔

علامہ محمود آلوسی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اکثر محققین نے اس آیت سے نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے جو حقیقت اور درست ہے۔(روح المعانی ج ۲،ص ۴۲۲) اے محبوب پاک ﷺ میں تجھے ایسے مردوں کی پشتوں اور ایسی عورتوں کے رحموں میں منتقل کرتا آیا ہوں جو مجھے سجدہ کرنے والے تھے۔(پ ۱۹ سورۃ الشعراء)

تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۳۹۵ میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت نبی کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک حدیث مبارک نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لم ازل انتقل من اصلاب الطاھرین الٰی ارحام الطاھرات.

کہ میں ہمیشہ پاک مردوں کی پاک پشتوں اور پاک عورتوں کے پاک رحموں سے منتقل ہوتا ہوا تشریف لایا ہوں۔(المواہب اللدنیہ، شفاء شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کریم مجھے ہمیشہ پاک پشتوں اور پاک رحموں میں سے منتقل کرتا ہوا لایا ہے اور میرے آباؤ اجداد نے قطعاً کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی کبھی کفر و شرک میں مبتلا ہوئے اور نہ ہی کبھی کوئی گناہ کیا اور نہ ہی ان میں جاہلیت کی گندگی اور غلاظت تھی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جو حضور ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں بے ادبی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کفر پر تھے، وہ خود کہیں کفر پر نہ ہو؟

علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات ج ۷ ص ۱۷ فرماتے

ہیں: متاخرین نے نبی کریم ﷺ کے والدین کے اسلام کو دلائل سے ثابت کیا، گویا یہ علم متقدمین پر مستور رہا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر ظاہر فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور اپنے فضل میں سے جو کچھ چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔

آخری بات:

خلاصہ کلام اور آخری بات یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک والدین مصطفےٰ ﷺ مومنِ کامل تھے اور جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے صدقے مسلمانوں کو گستاخی و بے ادبی سے محفوظ رکھے۔ آمین

صاحبزادہ مولانا مفتی محمد حنیف رضا نقشبندی ڈڈیالوی

بریڈفورڈ، جامعہ الحکیم مدرسہ اشاعت القرآن

ترتیب خلافت

(۱) سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کی مثال ایسی ہی ہے:
جیسے ستارے ان میں سے تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ گویا صحابہ کرام آسمان کے ستارے ہیں۔ تم جس کے دامن کرم سے وابستہ ہو جاؤ گے۔ ہدایت اور نجات یافتہ ہو جاؤ گے۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے اہل بیت اطہار کے بارے میں ارشاد فرمایا:
کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح جیسی ہے جو لوگ کشتی نوح میں بیٹھے وہ سلامت رہے، بچ گئے اور جو لوگ اس میں نہ بیٹھے وہ ڈوب گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو میرے اہل بیت کے نقش قدم پر چلے گا، وہ دین و دنیا کے مصائب و آلام، عذاب و عتاب سے بچ جائے گا اور جو ان سے کٹ گیا، اس کے لیے خسران اور گھاٹے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ جو کلمہ گو ہدایت و نجات کا متمنی ہے وہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار دونوں کی عقیدت و محبت سے اپنے دل معمور رکھے اور ان نیک لوگوں سے محبت کرتا رہے اور ان کے نقش قدم کو نشان راہ بنائے رکھے، یہ اعتدال پسندی اگر ہے تو اہل سنت میں ہے۔ جس میں صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار دونوں کی عقیدت ومحبت جز و ایمان سمجھا جاتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں دامن صحابہ بھی ہے اور دامن اہل بیت بھی۔ ہم ہوائے نفس اور تاریخی چکر کے قائل نہیں خواہ وہ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین۔ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی رائے کا اختلاف ہو یا حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا اختلاف ہو اور

ان کی مصلحت بنی نہ بھی ہو تو ہم ان حضرات کے حاکم ہیں اور نہ ہی ثالث ۔اور سچ پوچھو تو یہ ہمارا منصب بھی نہیں ہے ۔ جب دونوں ہی واجب الاحترام اور قابل تقلید ہیں تو تاریخی گرداب بھنور میں پاؤں کیوں ڈالیں ۔اس معاملے میں سکوت اور خاموشی اختیار کریں یہی وہ طریقہ ہے جسے اہل سنت و جماعت نے محمود و پسندیدہ قرار دیا ہے۔

(۳) سرکار مدینہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا مدینة العلم و علی بابها.

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اس سے حضرت علی شیر خدا حیدر کرار کے فضل و کمالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جسے علم کے شہر سے کچھ لینا ہو وہ ادھر اُدھر سے نہ آئے ،کود پھاند کر آنے کی کوشش نہ کرے، چور دروازے سے داخلہ نہ لے بلکہ صدر دروازے سے آئے اور وہ ہیں حضرت علی المرتضیٰ ۔اس حدیث نے کئی چیزوں کی نشاندہی کر دی مثلاً اگر شہر کے چاروں جانب دیوار نہ بنائی جائے تو لوگ ادھر اُدھر سے چل کر اندر داخل ہو جائیں گے ۔اس سے معلوم ہوا کہ دروازہ اپنے اردگرد دائیں یا بائیں دیوار چاہتا ہے اور اگر دیوار تسلیم کر لی جائے تو دیوار (نیو) بنیاد چاہتی ہے اگر دیوار بغیر بنیاد کے سطح زمین پر کھڑی کی جائے تو ایسی دیوار نہ تو آندھی کا جھونکا برداشت کر سکتی ہے اور نہ ہی سیلاب کا دھارا اور ریلا، ایک ہی جھٹکے میں گر جائے گی۔

لہٰذا ایک دانشور بغیر بنیاد کے دیوار نہیں بناتا اسی طرح اگر دیوار بنیاد کے ساتھ مضبوط بن گئی تو پھر اس کے اوپر چھت کی بھی ضرورت پڑے گی ۔اس لیے چھت کا ہونا ضروری ہے ۔اس سے پتہ چلا کہ ایک کار آمد دروازہ اپنے وجود میں بنیاد، دیوار اور چھت سب کو چاہتا ہے ۔اب ذرا غور کریں کہ شہر علم کی بنیاد اور دیوار و چھت کا سراغ لگائیں۔

جب ہم نے واقعات کی روشنی میں اس کا سراغ لگایا تو پتہ چلا کہ:

خلیفۂ اوّل بلافصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں۔
خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی دیوار ہیں۔
خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں۔
خلیفۂ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں۔

جو ترتیب دیوار کے اٹھانے میں پائی جاتی ہے یعنی بنیاد، دیوار، چھت اور دروازہ بس بعینہٖ اسی ترتیب سے خلافتِ راشدہ بھی ہے۔ اگر سنجیدگی اور متانت سے اس حدیث پر غور وتدبر کیا جائے تو اس حدیث مبارکہ میں ترتیب خلافت بھی پائی جاتی ہے۔ گویا اشاروں کی زبان میں نبی کریم ﷺ تاجدار کائنات، جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک عظیم فتنے کا سدباب فرمادیا۔ صدفی صد یہی ترتیبِ خلافت بھی ہے۔

صحابۂ کرام سب کے سب عادل ہیں، متقی ہیں پرہیزگار ہیں۔

الصحابة كلهم عدول صغيرهم و كبيرهم.

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول ہیں مگر حضرت سیدنا علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں۔ ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، سیدنا حیدر کرار کا مرتبہ بلند وبالا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے۔ کوئی ولی، کوئی قطب، کوئی غوث، کوئی امام، کوئی قلندر کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

ہر ایک صحابیِ رسول کا اپنا مقام ہے، اپنا اپنا درجہ ہے، جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں بے ادبی کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے۔ ایسا شخص ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔

اعمال کا درجہ اپنا ہے، عقائد کا درجہ اپنا ہے، اعمال ...... نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کے طریقے میں اختلاف ہونا کوئی بُری بات نہیں ہے بلکہ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا:

اختلاف امتی رحمة.

"امت کا آپس میں اختلاف رحمت ہے۔"

لیکن اگر عقائد درست نہیں ہیں تو اعمال فائدہ نہیں دے سکتے۔ عقائد میں اختلاف سراسر تباہی اور آخرت کی بربادی ہے، عقائد درست ہوئے تو بخشش کی قوی امید ہے اور اگر عقائد درست نہ ہوئے تو اعمال خواہ کتنے ہی اونچے کیوں نہ ہوں بخشش ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی، اس کی تائید حدیث پاک سے ہوتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جنگ حنین میں ایک مسلمان کو لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخی ہے جنگ زوروں پر تھی وہ شخص مسلمانوں کی طرف سے خوب لڑا حتیٰ کہ اس کو کافی زخم آئے اسلامی لشکر والوں میں سے ایک نے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ دوزخی ہے وہ تو اسلام کی خاطر خوب لڑ رہا ہے کیا ایسا شخص بھی دوزخ میں جائے گا۔ یہ سن کر نبی پاک ﷺ نے فرمایا بے شک وہ دوزخی ہے یہ سن کر قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ اگر ایسا جانثار بھی دوزخ میں جائے گا تو پھر جنت میں کون جائے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فرمانِ مصطفیٰ ﷺ کی صداقت۔ ہوا یوں کہ جب جنگ ختم ہوئی تو وہ شخص زخمی تھا، زخموں کی تاب نہ لاکر خودکشی کر کے حرام کی موت مر گیا، یہ دیکھ کر لوگ حضور ﷺ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچ کر دکھایا ہے کہ وہ شخص حرام کی موت مر کر دوزخی ہوا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۳۴)

یعنی اے بلال اٹھ اور اعلان کر کہ جنت میں وہی جائے گا جو مومن ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی تائید و حمایت کسی فاجر شخص سے بھی کرا لیتا ہے جیسے دوزخی سے دین کی حمایت کرائی، اس حدیث کی شرح میں علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں یعنی وہ شخص جس نے اسلام کی خاطر خوب جنگ کی وہ منافق تھا۔ اس کا عقیدہ درست نہیں تھا۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ جس کا عقیدہ درست نہ ہو اس کی بخشش نہیں ہو سکتی، قابل غور یہ بات ہے کہ اعمال صالحہ نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ وغیرہ میں سے جہاد فی سبیل اللہ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال قربان کرنا یہ سب سے اونچی نیکی ہے لیکن جس کا عقیدہ درست نہیں ہے وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔

محدث کشمیر مفتی ابن مفتی علامہ پیر محمد عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بدعقیدہ کی پہچان کرنا چاہتے ہو تو جان دو عالم سرور کائنات ﷺ کی شان بیان کرو، حضور کے نور کا بیان کرو، حضور کے حاضر وناظر کا بیان کرو، حضور کے علم کا بیان کرو، حضور کے مختار کل ہونے کا بیان کرو اور نبی پاک ﷺ کے پیارے دوستوں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرو، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرو، سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرو، سیدنا علی مشکل کشا کی شان بیان کرو، سیدنا امام حسن وحسین کی شان بیان کرو، سیدنا امیر معاویہ کی شان بیان کرو اور سیدنا غوث اعظم کی شان بیان کرو، ایسے پاک اور نیک لوگوں کی شان بیان کرو، پھر لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھو جس کا چہرہ گلاب کے پھول کی طرح کھل گیا وہ شخص خوش بخت ہے بدعقیدہ نہیں ہے اور جس بدبخت کا چہرہ ہشاش بشاش نہیں اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نہ ہوں تو وہ بدعقیدہ ہے۔ یہ آسان سی پہچان ہے اس معیار پر سب گروہ والوں اور جماعتوں کو پرکھ لو جو لوگ ان بزرگوں کی بے ادبی کرتے ہیں وہ یہودیوں کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کچھ نہیں دیتا ہے اس کی تردید میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ وہ جس کو جتنا چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نعلین مصطفےٰ ﷺ کے صدقے اور اللہ والوں کے صدقے اور صدیقوں کے صدقے، صحابہ کرام کے صدقے قرآن وحدیث کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

22 رجب المرجب 1426ھ

☆......☆......☆......☆

شانِ خلیفۂ اوّل بلا فصل

حضرت سیدنا صدیقِ اکبرؓ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک عبداللہ تھا، آپ ابوقحافہ عثمان ابن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی کے بیٹے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب نبی کریم ﷺ کے ساتھ "مرہ" پر جا کر ملتا ہے۔ آپ کا لقب عتیق تھا۔ ترمذی اور حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آقا علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا:

یا ابا بکر انت عتیق اللّٰہ من النار .

اے ابوبکر! تو دوزخ کی آگ سے اللہ تعالیٰ کا آزاد کیا ہوا ہے۔

پس اسی روز سے آپ کا لقب عتیق ہو گیا۔ مصعب بن زبیر فرماتے ہیں کہ آپ کا صدیق ہونے پر تمام امت محمدیہ کا اجماع ہے کیونکہ آپ نے فی الفور بغیر توقف کے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور اس پر ہمیشہ قائم رہے جن سے ایک تصدیق واقعہ معراج النبی ﷺ ہے۔

آپ اس واقعہ کو سن کر ثابت قدم رہے اور کافروں کو جواب دیا۔

(تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

مولد:

آپ مکہ المکرمۃ میں پیدا ہوئے اور نبی پاک ﷺ کی پیدائش کے دو سال چند ماہ کے بعد پیدا ہوئے اور جب آپ کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں ہی نشو ونما پائی، آپ اپنی قوم میں بڑے مالدار اور صاحب ثروت تھے، آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ علماء لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے لے کر تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے وصال تک آپ سے جدا نہیں ہوئے، نہ سفر میں نہ حضر میں، تمام جنگوں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول گرامی ﷺ کی محبت میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور غار ثور میں حضور کے رفیق تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا .

صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے اپنے دوست سے فرماتے تھے نہ غم کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی شجاعت و بہادری:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں سے فرمایا کہ مجھے بتاؤ تمام لوگوں سے شجاع کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ شجاع ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یوم بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک سائبان سا بنا دیا تھا پھر ہم نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے پاس کون رہے گا تا کہ مشرکین سے کوئی شر کے ارادہ سے آپ کی طرف نہ آ سکے تو با خدا ہم میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو تلوار سونت کر حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کی جانب کھڑے ہو گئے اور مشرکین میں سے جو شخص بھی حضور ﷺ کی طرف آتا آپ اس پر حملہ کر دیتے پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے شجاع ہیں۔

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرف باسلام ہونے کے فوراً بعد اپنا مسلمان ہونا ظاہر کر دیا تھا اور آپ نے اپنے قبیلے میں کھڑے ہو کر تقریر کی اس سے ثابت ہوا کہ آپ سب سے پہلے خطیب بھی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر سخی تھے۔ امام احمد بن حنبل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسا مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا ہے ایسا مجھے کسی کے مال نے نفع نہیں دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اور میرا مال آپ ہی کے لیے ہے۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مجھ پر کسی کا احسان نہیں کہ انہوں نے جان و مال سے میری غم خواری کی اور اپنی دختر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کر دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم:

آپ تمام صحابہ کرام سے بڑھ کر عالم اور ذکی تھے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے قرآن مجید کو زیادہ سمجھنے والے تھے۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں انہیں امام بنایا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ امامت وہ شخص کرائے جسے قرآن مجید کا سب سے زیادہ علم ہو۔ترمذی شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں وہاں کوئی دوسرا ان کے سوا امامت نہ کروائے۔

اہلسنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کائنات ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔پھر ان کے علاوہ عشرہ مبشرہ پھر باقی اہل بدر اور پھر اہل احد پھر باقی اہل بیت الرضوان اور پھر باقی صحابہ رضی اللہ عنہم۔

ابومنصور بغدادی نے بھی اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔(فصل نمبر ۹) احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔انہوں نے فرمایا تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر اور افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ تواتر کو پہنچی ہے۔تاریخ الخلفاء ص نمبر ٦٦، جاہل رافضیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بکواس کرتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، بے ادبی کرتے ہیں، حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا فرمان ذی شان ہے۔آپ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم پر فضیلت دے گا میں اسے کذب کی حد لگاؤں گا۔

ترمذی میں ابوسعید خدریؓ راوی ہیں کہ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے دو

وزیر آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمینی وزیر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (صفحہ نمبر ۲۴۷) ابن عساکر حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

حق بات:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ سب سے پہلے آپ نے ہی قرآن جمع کیا، قرآن مجید کا نام مصحف آپ نے ہی رکھا، سب سے پہلے خلیفہ آپ کے نام کے ساتھ آیا۔ آپ نے فرمایا میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہوں اور میں اسی نام کو پسند کرتا ہوں۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف کو بلوا کر کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں وہ کیسے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا آپ مجھ سے وہ بات پوچھتے ہیں جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آخر تم بھی کچھ کہو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کی جوان کے بارے میں رائے ہے وہ اس سے بھی افضل ہیں پھر آپ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو بلوا کر پوچھا انہوں نے بھی یہی عرض کیا کہ آپ ان کی بابت ہم سے بہتر جانتے ہیں پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ انہوں نے بھی حضرت عثمانِ غنی جیسا جواب دیا اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ! میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بابت یہی جانتا ہوں کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ پھر آپ نے مہاجرین وانصار کو بھی مشورہ میں داخل کیا اور حضرت عثمانِ غنی

رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا وصیت لکھو۔

وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جس کو ابوبکر بن قحافہ نے دنیا سے جاتے ہوئے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے جس میں کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے اور کاذب بھی تصدیق کر لیتا ہے لکھوایا ہے، اپنے بعد تم پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں تم ان کی بات سننا اور ان کی تابعداری کرنا۔ اس کے بعد آپ نے اس وصیت نامہ پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس تحریر کو لے کر باہر آئے تو برغبت تمام لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور ان کے خلیفہ ہونے پر خوش ہوئے پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر چند وصیتیں کیں پھر آپ چلے آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے سے صرف لوگوں کی بہتری ہی چاہی ہے اور فتنہ سے ڈر کر میں نے یہ کام کیا ہے اور سب سے زیادہ نیکی پر حریص شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ اے اللہ اب تیرا امر یعنی موت میرے پاس حاضر ہوا ہے۔ پس میرے بعد تو ان کی حفاظت کر، وہ تیرے بندے اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ! اس کی صلاح کر اور اسے غم میں نہ ڈال اور اسے اپنے خلفائے راشدین میں بنا اور رعیت کو اس کا تابعدار بنا دے۔

وصال:

واقدی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری اس طرح شروع ہوئی کہ آپ نے بروز

دوشنبہ (پیر) کے دن جمادی الاخریٰ کی سات تاریخ کو غسل کیا، اس دن سخت سردی تھی، اس سے آپ کو بخار ہوا اور پندرہ دن تک رہا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ بے قرار ہو گئے لوگ سمجھ گئے کہ آپ کا آخری وقت آ گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا بھائی ذرا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو بلاؤ وہ بندہ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لایا۔ جب حضرت علیؓ آ گئے تو سلام کیا اور خیریت دریافت کی پھر پاس بیٹھ گئے، ہاتھوں میں ہاتھ لے کر تسلی دینے لگے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا بھائی علیؓ مجھ پر ایک احسان کرنا، حضرت علیؓ رو پڑے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین ایسی بات نہ کرو، آپ حکم کرو علیؓ کی جان بھی حاضر ہے۔

حضرت صدیقؓ نے فرمایا بھائی علی جب میرا وصال ہو جائے تو مجھے اپنے ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا تھا پھر مجھے کفن پہنا کے خوشبو لگا کر سرکار کے شہر مدینہ کی گلیوں میں سے پھرا کے نبی کریم ﷺ کے دربار روضہ انور پر لے جانا اور عرض کرنا ہے۔ دروازہ نہیں کھٹکھٹانا، دستک نہیں دینی، کنڈی نہیں ہلانی تا کہ یار کے آرام میں خلل نہ آئے۔ میرا جنازہ رکھ کر ہاتھ باندھ کر پہلے سلام عرض کرنا پھر درودوں کی لڑیاں پیش کرنا پھر مودبانہ عرض کرنا آقا! ذرا نگاہ رحمت اٹھا کر تو دیکھو آپ کے دروازے پر کون آیا ہے؟ پھر عرض کرنا یارسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہے، جو آپ کا یار غار ہے، جسے آپ نے اپنی زندگی میں مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا تھا، جو آپ کا عاشق ہے آقا! اس کی تمنا ہے اس کی آرزو ہے کہ وہ آپ کا رفیق مزار بھی بنے۔ آپ کے قدموں میں لیٹنے کی سعادت حاصل کرے اور آپ کی جنت کی کیاری میں آخری آرام گاہ بنائے۔ یارسول اللہ ﷺ یہ کام تب ہوگا جب آپ کی اجازت ہوگی جو آپ کا حکم ہوگا۔

اگر آپ ﷺ کے مزار شریف کا دروازہ خود بخود کھل جائے تو ٹھیک۔۔۔نہیں تو جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ اے علی! میری چارپائی سرکار کے روضہ اقدس کے سامنے رکھنے

کے بعد تھوڑا انتظار کرنا اگر سرکار اجازت فرمادیں تو آقا کے قدموں میں دفن کردینا۔ اے علیؓ میں چاہتا ہوں قبر میری ہو، اجازت نبی کی ہو، غسل و کفن کرنے والا علی ہو تا کہ کل کائنات کو پتہ چل جائے کہ یہ ابوبکر ہے جس پر نبی علیہ السلام بھی راضی ہیں اور مولا علی بھی راضی ہیں۔

کتنی خوبصورت بات حضرت صدیق اکبر نے فرمائی جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تب کی بات ہے جب نبی کریم ﷺ کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے دو سال تین ماہ دس دن گزر چکے تھے۔ گویا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے صحابی اور پہلے خلیفہ، پہلے جانشین، پہلے نائب کا عقیدہ تھا کہ اگرچہ اڑھائی سال ہو گئے ہیں حضور علیہ السلام پردہ فرما گئے ہیں پھر آج بھی اور صبح قیامت تک نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ ہمارا درود و سلام سنتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا یا مولا علیؓ کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو حضرت صدیق اکبر کبھی بھی یہ وصیت نہ فرماتے۔ سبحان اللہ کتنا پیارا عقیدہ ہے صحابہ کرامؓ کا اور اہل بیت عظام کا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

آخر سہ شنبہ بروز منگل ۲۲ (بائیس) جمادی الاخریٰ کو ۱۳ ہجری میں تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ صدیقوں کا سلطان، صحابہ و اہل بیت کا امام، خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جب وصال ہوا تو ہر آنکھ اشکبار تھی، ہر دل بے تاب ہو گیا، ہر زبان صدیق اکبرؓ کی ثناء خوانی کرنے لگی جب صدیق اکبرؓ کے وصال کی خبر مولا علی نے سنی تو آپ بھی تشریف لے آئے اور آ کر سیدنا صدیق اکبرؓ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل آئے پھر مولا علیؓ نے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور سرکار دو عالم ﷺ کے عاشق صادق کا چہرہ دیکھا اور فرمایا لوگو! یہ

صدیق اکبر ہیں، کملی والے کے جانثار ہیں، ہمارے امام، ہمارے نبی ﷺ کے خلیفہ ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے کیونکہ آپ حضور علیہ السلام سے سچا پیار کرتے تھے آپ سرکار مدینہ ﷺ کے محرم راز تھے اسی طرح مولا علی کافی دیر تک سیدنا صدیق اکبر کی شان بیان کرتے رہے، جب آپ خاموش ہوئے تو سارے مدینے کے مرد اور عورتیں بچے بوڑھے زاروقطار رونے لگے اور سارے مدینے والوں نے کہا کہ اے علیؓ! آپ نے جو فرمایا ہے بالکل سچ ہے صدیق اکبرؓ واقعی ایسے تھے۔

(الاستیعاب جلد ۶، اسد الغابہ جلد ۱، صفحہ ۹۰، ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۹، کنز العمال جلد ۶)

حضرات! خدارا انصاف کا طالب ہوں، انصاف سے بتاؤ کوئی دشمن بھی اس طرح اپنے دشمن کی تعریف کرتا ہے جیسے مولا علیؓ نے صدیق اکبرؓ کی شان بیان کی۔ یہ ان کی دشمنی کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو پیار ہی پیار ہے۔ یہ محبت کی دلیل ہے پھر حضرت مولا علیؓ نے وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا پھر کفن پہنایا۔ مدینہ منورہ کی خوشبو لگائی اور چارپائی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے رکھ دی۔ دروازہ بند ہے حضرت علی نے ہاتھ باندھ لیے پھر بڑے ہی ادب سے پیار سے عقیدت سے سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام کے پھول پیش کیے۔ صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد مولا علیؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اے اللہ تعالیٰ کے مقدس رسول! ھذا ابو بکر یہ ابوبکر ہے یہ آپ کا یار غار ہے، یہ آپ کا سفر و حضر کا ساتھی ہے۔ یستاذن یہ آپ کے قدموں میں لیٹنے کی اجازت چاہتا ہے۔ یہ مزار کا رفیق بھی بننا چاہتا ہے۔ آقا! اب آپ کا کیا حکم ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گزارش کی تو پھر کیا ہوا فرماتے ہیں:

فرایت الباب قد فتح

میں نے دیکھا کہ دروازہ خود بخود کھل گیا۔

فسمعت قائلا

میں نے روضۂ انور میں سے آواز سنی۔ آواز آرہی تھی کہ

ادخلوا الحبیب الی حبیبه

محبوب کو محبوب کے پاس پہنچاؤ۔

کیوں کہ؟

فان الحبیب الی الحبیب مشتاق.

تحقیق محبوب کب سے محبوب کے لیے بے تاب ہے۔ سبحان اللہ

اے حیات نبی ﷺ کے منکرو بتاؤ دروازہ کیسے کھلا اور یہ آواز کس کی تھی؟ اگر نبی ﷺ زندہ نہیں تو یہ آواز کس کی تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اور ساری کائنات کے رسول ﷺ نے فرمایا:

ادخلوه و ادفنوه بعز و کرامة .

اے علی! میرے یار کو عزت کے ساتھ اور احترام کے ساتھ اندر لے آؤ اور میری دائیں طرف بڑے ادب سے لٹا دو۔ (تذکرہ شہادت سیرت حلبیہ ابن کثیر، خصائص الکبریٰ، جمال الاولیاء وغیرہ)

حضرات! یہ ہے شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کو نبی پاک ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ ملی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان عداوت نہیں تھی، دشمنی نہیں تھی بلکہ پیار ہی پیار تھا، محبت ہی محبت تھی ایسی محبت ایسا پیار سگے بھائیوں میں بھی نہیں ہوتا جتنا پیار و محبت سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان تھا۔

روافض کا سیدنا صدیق اکبرؓ پر بہتان:

روافض حضرات لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور سیدنا صدیق اکبرؓ سے

نفرت دلانے کے لیے من گھڑت باتیں سناتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنا حق مانگنے کے لیے صدیق اکبر کے دربار میں گئیں تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدہ فاطمہ کو اپنے دربار سے دھکے دے کر نکال دیا۔ ملاں باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن میں لکھتا ہے، توبہ توبہ کتنا بڑا جھوٹ حضرات سوچو! حضرت سیدہ فاطمہ کو دھکے لگیں تو مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ دیکھتے رہیں۔ کون علی! جو مشکل کشا ہے، جو شیر خدا ہے، جو اسد اللہ الغالب ہے، کون علی جس کا یہ اعلان ہے کہ واللہ اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم اگر سارے عرب کے لوگ میرے مقابلہ میں آجائیں تو میں میدان چھوڑ کر کبھی نہ بھاگوں گا۔ میں ان کی گردنیں اتارتا رکھتا رہوں۔ (نہج البلاغہ ص ۲۱۸) یہ حضرت علیؓ ہیں جو ساری دنیا سے نہیں ڈرتے وہ صدیق اکبرؓ سے یا دیگر صحابہ سے کیسے ڈر گئے۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ

جب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال نبی کریم ﷺ کے وصال کے 6 ماہ کے بعد ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دیا پھر باپردہ کفن پہنایا اور چارپائی پر جنازہ مبارک رکھ کے اٹھایا۔ مدینہ منورہ کے لوگ جمع ہو گئے، آپ کے جنازے میں حضرت صدیق اکبرؓ بھی موجود ہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ بھی موجود ہیں، حضرت عثمان غنیؓ موجود ہیں، حضرت مولا علی بھی، حضرت بلال بھی، حضرت سلیمان بھی موجود، حضرت عباس بھی موجود، حضرت جابر بھی موجود، حضرت زبیر بھی موجود ہیں۔ اس وقت جتنے صحابہ کرام مدینہ منورہ پر موجود تھے سب کے سب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شامل تھے۔ حضرت مولا

علی نے فرمایا: لوگو! صفیں درست کرلو، جب صفیں درست ہوگئیں تو حضرت مولا علیؓ نے فرمایا اے ابوبکر صدیق! اے امیر المومنین! سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ آپ پڑھایئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے علی! جنازہ آپ پڑھائیں۔ ہم آپ کے پیچھے پڑھیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اے امیر المؤمنینؓ! آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے علی مصلیٰ پر کھڑا ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔ مولا علی نے فرمایا: اے صدیق! اس مصلے پر میرے نبی ﷺ نے آپ کو اپنی ظاہری حیات میں کھڑا کیا تھا یہ مصلیٰ میرے رسول ﷺ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ جب فرضی نماز میں آپ ہمارے امام ہیں۔ آپ امیر المومنین ہیں تو بھلا نماز جنازہ میں ہم آپ سے آگے کیسے کھڑے ہو سکتے ہیں؟ مہربانی فرمایئے اور آگے بڑھیے اور خاتونِ جنت کا جنازہ پڑھایئے تاکہ محبانِ اہل بیت کا سوکھا نعرہ مارنے والوں کو پتہ چل جائے کہ جتنی محبت وعقیدت حضرت صدیق اکبرؓ کو نبی پاک کے گھرانے سے تھی اتنی محبت اور اتنا پیار اور ادب کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ روافض کی کتاب ابن حدیث شرح نہج البلاغہ جلد۴ صفحہ ۱۰۰ میں لکھتا ہے کہ بے شک حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازے پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (طبقات ابن سعد جلد۸ صفحہ۱۹)

اب بتایئے!! اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ یا سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دشمن ہوتے تو حضرت علیؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کو خاتونِ جنت کا جنازہ پڑھانے دیتے؟ حضرات! جنازہ وہی پڑھا سکتا ہے جو سب سے عزیز ہو، عالم ہو، متقی ہو۔ حضرت علی نے صدیق اکبرؓ سے جنازہ پڑھوا کر ثابت کر دیا کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ مجھے بڑے ہی پیارے ہیں، کیوں نہ پیارے ہوتے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے بھی بڑے پیارے ہیں۔

ایمان والو! پتہ چلا کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، امام حسنؓ اور امام حسین علیہ

السلام کے مابین کسی قسم کا کوئی جھگڑا نہیں تھا، کوئی اختلاف نہیں تھا، کوئی دشمنی نہیں تھی، بلکہ پیار ہی پیار اور محبت ہی محبت تھی۔ آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ان مقدس لوگوں کے درمیان روحانی محبت کے علاوہ قریبی اور نسبی تعلقات بھی موجود تھے۔ روافض حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ سید علی جبری رضوی لاہور نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل جلد۲ صفحہ ۴۷۶ میں یہ بات لکھی ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے جس نے مجھے رشتہ دیا اور جس کو مجھ سے رشتہ ملا وہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس سلسلے میں میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ محبوب گھبرا نہیں جو تیرے داماد بنے ہیں یا جن کا تو داماد بنا ہے وہ کبھی بھی جہنم میں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ سرکار کے سسر ہیں اور عثمانؓ و علیؓ میرے آقا کے داماد ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مشیر ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مسلمانوں میں اختلاف نہیں ہوا لیکن آپ کی خلافت پر مسلمان متفق نہیں ہوئے؟

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے جیسے مسلمانوں کے والی تھے اور میں ان کا مشیر تھا۔ لیکن اب یہ حال ہے کہ میں تم جیسے مسلمانوں کا والی ہوں اور میرے مشیر تم جیسے مسلمان ہیں۔

اس تاریخی واقعہ سے دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اوّلاً یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافتوں پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوا نیز شیخین کی خلافتوں کو کامیاب و مستحکم بنانے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قیمتی مشورے بھی شامل تھے۔ ثانیاً یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور

خلافت میں اپنے ساتھیوں کی قوت فیصلہ اور فہم و فراست سے قطعی خوش نہ تھے، انہیں ایسے مشیر میسر ہی نہ تھے جو ان کی خلافت کو مستحکم بنانے میں ان کی کماحقہٗ مدد کرتے۔

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان ذی شان سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد ان کے ساتھ ساتھ رہے بلکہ ان کے دورِ خلافت کو کامیاب بنانے میں مددگار بھی تھے اور مشیرِ اعلیٰ کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خوش تھے اور خلافت کے معاملات اور اہم فیصلوں میں آپ کے شریک رہا کرتے تھے، آپ سے تحفے تحائف قبول کرتے تھے، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، آپ کے ساتھ محبت و اخوت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپ کے حقیقی محسن تھے اور آپ سے نفرت کرنے والے سے نفرت کرتے تھے۔

دوستو اور بزرگو! حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان نرالی ہے اس لیے کہ نبوت کا آئینہ صدیقیت کا حسن اپنے اندر رکھتا ہے اور صدیقین کمال نبوت کا مظہر ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت مسلمہ میں نبی پاک ﷺ کے کمال نبوت کے حسن کا ظہور ہیں۔ مصعب بن زبیر فرماتے ہیں کہ آپ کے لقب صدیق ہونے پر تمام امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے کیونکہ آپ فی الفور بغیر توقف کے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی اور ہمیشہ اس پر قائم رہے اور کسی حال میں بھی آپ کو اس پر توقف یا خدشہ نہیں ہوا۔ واقعہ معراج میں بھی آپ نے ثابت قدمی دکھائی اور کفار مکہ کو جواب دیا۔ آپ نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور غار میں اور تمام راستے میں آپ کے ساتھ رہے۔ جنگ بدر اور صلح حدیبیہ کے دن آپ کا کلام فرمانا، پھر رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ گرامی پر کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے

لیے تیار کیا ہے۔ اس پر آپ کا رو پڑنا پھر رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دن آپ کا ثابت قدم رہنا ایک فصیح و بلیغ خطبے سے لوگوں کو تسلی دینا پھر مسلمانوں کی بیعت لینا پھر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا اور اس بارے میں صحابہ کرام سے مناظرہ کر کے دلائل کے ساتھ ان پر غالب آنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کے دل کی طرح ان کے دلوں کو بھی حق کے لیے کھول دینا، پھر شام کے لیے لشکر کا روانہ کرنا، زکوٰۃ کے منکرین کے ساتھ جہاد کرنا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا اور اس کا سردار یزید بن ابی سفیان کو مقرر فرمایا۔ لشکر کو روانہ کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ عورت، لڑکے اور بوڑھے لوگوں کو قتل نہ کرنا اور نہ ہی کسی میوہ دار درخت کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو برباد کرنا اور کھانے کے سوا کسی اونٹ یا بکری کو بے فائدہ ذبح نہ کرنا اور نہ کھجور کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ دینا اور نہ اسے جلانا اور نہ اسراف کرنا اور نہ بخل کرنا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ایک چڑیا کو سائے میں بیٹھا دیکھ کر حسرت سے فرمایا اے پرندے تجھے مبارک ہو کہ تو درختوں کے پھل کھاتا ہے اور ان کے سائے میں آرام کرتا ہے اور تجھ سے کسی بات کا حساب نہ ہوگا۔ کاش ابوبکر تیرے جیسا ہوتا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں تھا، بھلا ایسا شخص کسی کا حق غصب کر سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ اس لیے سرکار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعا فرمائی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ کا نکاح مجھ سے کیا اور ہجرت کے دن میرے ساتھ مدینہ منورہ تک گئے۔ یہ دونوں زندگی میں بھی جدا نہیں ہوئے اور آخرت میں بھی جدا نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے ادب کی توفیق عطا فرمائے اور ہم صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا ادب کرتے رہیں۔ آمین

امیر المومنین خلیفہ دوم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

امیر المومنین ابو حفص قرشی عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن قسط رزاہ بن عدی بن کعب بن لوی ۔ ٦ ہجری میں ٢٧ سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عام الفیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے، آپ کے والد ماجد نے آپ کی ولادت پر بڑا جشن منایا اور قبیلے کے محتاجوں کو دل کھول کر کھانا کھلایا۔ اس سیدھے سادھے عرب کو کیا خبر تھی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن نہ صرف اس کا اور اس کے قبیلے کا نام روشن کرے گا بلکہ ایسا کشور کشا نکلے گا جس کے آگے دنیا کے بڑے بڑے مدبروں، فاتحوں کے چراغ گل ہو جائیں گے۔ معاملہ فہمی، حسن تدبر اور زورِ تقریر میں قریش کے بہت کم نوجوان اس کے آگے ٹھہر سکتے تھے۔ ادھر والد کی طرف سے فوجی صلاحیتیں بھی انہیں ورثے میں ملی تھیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا اور ان کا شمار قریش کے ستر لکھے پڑھے آدمیوں میں ہوتا تھا۔ جوانی کے ہنگاموں کے ساتھ فکر معاش ہوئی تو آپ نے شرفائے قریش کی طرح تجارت کو اپنا پیشہ بنایا۔ اس سلسلے میں انہیں عراق اور شام کے سفر کرنے پڑے جن میں ان کی بڑے بڑے لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

آپ کا قبولِ اسلام:

اسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل پیغام لے کر بنی نوع انسان کو دعوتِ حق دینے کے لیے نکلے۔ جب مکہ مکرمہ میں آپ کی دعوتِ حق پھیلنے لگی اور قریش کے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو مکہ کے بت پرستوں نے نبی پاک ﷺ پر ظلم وستم کا سلسلہ شروع کر دیا۔

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! خاص کر عمر بن خطابؓ کو مسلمان کر کے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ عزت عطا فرما۔ طبرانی نے اسے اوسط میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور کبیر میں ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ایک دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ شمشیر بکف ہو کر سید عالم نورِ مجسم ﷺ کے آستانے کی طرف چلے، راستے میں ایک شخص ملا جو بنی زہرہ کا تھا اس نے پوچھا اے عمر کدھر جا رہے ہو؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں محمد ﷺ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ان کو قتل کر کے بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کیسے بچ سکو گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔ اس شخص نے کہا میں اس سے بھی عجیب بات تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہاری بہن اور بہنوئی نے بھی پرانا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنے بہنوئی اور بہن کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ غصے سے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے، بہن اور بہنوئی کلام الٰہی قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ بھائی کو دیکھ کر بہن نے قرآن پاک کے اوراق چھپا لیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ تم نے اپنا پرانا دین چھوڑ دیا ہے ترک کر دیا ہے۔ اس پر ان کے بہنوئی نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! اگر حق دوسرے دین میں ہی ہو تو پھر کیا کریں، حق قبول کرنا پڑتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر جھپٹے اور انہیں

بری طرح مارنا شروع کر دیا اور جب ان کی بہن اپنے خاوند کی حمایت میں آگے بڑھی تو حضرت عمر نے انہیں بھی زوردار تھپڑ مارا، جس سے ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا لیکن اف تک نہ کی۔ ان کی ثابت قدمی دیکھ کر حضرت عمر کا دل پسیج گیا اور فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ۔ بہن نے کہا اے عمر! تو ناپاک ہے، غسل اور وضو کر اس کے بعد تجھے یہ کتاب دکھاؤں گی۔ اس کتاب کو پاک شخص ہاتھ لگا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے ہاتھ دھوئے اور وہ ورق جس پر سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی مجھے دے دی، میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب میں نے اللہ تعالیٰ کا اسم دیکھا تو ڈر گیا اور جوں جوں پڑھتا گیا رقت طاری ہوتی گئی، اسی حالت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے پوچھا اے عمر! کس ارادے سے آئے ہو بولے یارسول اللہ ﷺ ایمان لانے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر نبی پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ جو وہاں دار ارقم میں موجود تھے۔ سب نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ آپ اتنے بہادر تھے اور آپ جذباتی بھی تھے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کرتے یارسول اللہ ﷺ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں، ہم حق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ دوسرے دن صف بنا کر مسجد حرام خانہ کعبہ میں اس طرح داخل ہوئے، جب کفار مکہ نے دیکھا تو ان کو نہایت ہی صدمہ ہوا اس دن سے رسول اللہ ﷺ نے میرا نام فاروق رکھا۔ کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل میں فرق ہو گیا۔

مبارک بادیاں:

ابن ماجہ اور حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! اہل آسمان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

مشرف بہ اسلام ہونے کی مبارک باد دیتے ہیں۔ نبی کائنات جانِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا گویا اسلام کی فتح تھی اور آپ کا ہجرت کرنا بھی اسلام کی نصرت تھی اور آپ کا امام وخلیفہ ہونا گویا رحمت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، انصاف پسندی، بے باکی، اصابت رائے، استقلال اور شجاعت کی بدولت انہیں رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل ہوتا گیا۔ جنگ احد سے چند ماہ پہلے حضور نبی پاک ﷺ نے ان کی صاحبزادی سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ اس رشتے سے بھی وہ آپ ﷺ کے قریب تر ہوگئے۔

مسندِ خلافت پر:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں اپنے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نامزد کردیا تھا۔ صحابہ کرام مسجد نبوی میں جمع تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب کو مخاطب کر کے کہا کیا تم اس شخص کو قبول کروگے جسے میں اپنی جگہ پر مقرر کروں؟ خدا کی قسم میں نے اس مسئلے پر خوب غوروفکر کرلیا ہے میں یہ مسند اپنے کسی رشتہ دار کو نہیں سونپ رہا ہوں بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میرا کہا سنو اور مانو سب لوگوں نے ایک ساتھ کہا کہ ہم نے سنا اور جان لیا ہے۔ پھر آپ نے وہ فرائض یاد دلائے جو ایک خلیفہ پر عائد ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ذمہ داری کے بارے میں سوچتے ہوئے آئے جوان کے کندھوں پر ڈال دی گئی تھی جب وہ ذمہ داری آپڑی تو اسے پورے عزم اور پوری قوت واستقلال سے سنبھالا اور اس طرح سنبھالا کہ ساری دنیا پر اسلام کا سکہ بٹھادیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد آپ مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کردی۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں تم ہی میں سے ہوں اور ایک انسان ہوں اگر مجھے خلیفۂ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم کے خلاف

ورزی منظور ہوتی تو میں کبھی بھی اس منصب کو قبول نہ کرتا پھر آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا یا اللہ ! میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ یا اللہ ! میں کمزور ہوں مجھے قوت عطا فرما۔ یہ فقرے آپ نے اس قدر عجز وانکساری سے ادا کیے کہ لوگوں کے دل میں اتر گئے اور ان کے دلوں میں آپ کا خوف جاتا رہا۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے فرمایا یہ تمہارے اور میرے لیے کڑی آزمائش کا وقت ہے، میں دیانت وامانت داری کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دوں گا۔ اگر لوگوں نے میرے ساتھ بھلائی کی تو میں بھی ان کے ساتھ بھلائی کروں گا اور اگر کوئی میرے ساتھ برائی کرے گا تو میں اسے ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

بخاری و مسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس راستے سے تم چلو گے شیطان اس راستے سے کبھی نہیں گزرے گا۔

ترمذی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق جاری کیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب کوئی معاملہ درپیش ہوتا اور دوسرے لوگ اپنی رائے ظاہر کرتے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے ظاہر کرتے تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رائے کے مطابق اترتا تھا۔ ترمذی اور حاکم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (تاریخ الخلفاء، علامہ سیوطی، صفحہ ۱۷۰)

آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

طبرانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ چار چیزوں کے سبب فضیلت دیئے گئے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ انہوں نے بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (پ۲۰، سورۂ انفال، آیت نمبر ۶۸)

(۲) دوسری بات جس کی وجہ سے آپ کی فضیلت ہے وہ آپ کا پردے کا حکم کرنا اور آپ نے امہات المؤمنین کو پردہ کرنے کو کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (پ۲۲ سورۂ احزاب، آیت نمبر ۵۳)

(۳) تیسری بات جس سے حضرت عمر بن خطاب فضیلت دیئے گئے وہ یہ ہے کہ نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا ہے جو آپ کے حق میں قبول ہوئی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے سے قوی و مضبوط فرما اس لیے ہم کہتے ہیں حضرت عمر فاروق نبی پاک ﷺ کی مراد ہیں۔

(۴) چوتھی بات جس سے ان کی فضیلت ہوئی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کا اجتہاد۔ سب سے پہلے آپ ہی نے بیعت کی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھلائی سے یاد نہ کرے میں اس سے بیزار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء، امام سیوطی، صفحہ ۱۷۷)

کرامات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت ساریہ کو اس کا امیر بنایا، ایک دن حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ پڑھتے ہوئے آواز دینے لگے۔ اے ساریہ! پہاڑ کو لازم پکڑ۔ آپ نے یہ فقرہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد اس لشکر سے ایک ایلچی آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین پہلے ہم شکست کھا رہے

تھے اچانک ہم نے سنا کہ یا ساریۃ ! الجبل یہ سن کر ہم نے پہاڑ کو پیچھے کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔

راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا آپ نے ہی اس دن جمعے کے خطبے کے دوران آواز دی تھی ۔ یہ پہاڑ موضع نہاوند میں ارض عجم میں واقع ہے۔ ابن حجر الصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہیں۔

انوکھا خط دریائے نیل کے نام:

جب مصر فتح ہوا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ اے ہمارے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا آپ نے فرمایا کیا؟ وہ کہنے لگے ہر سال ہم ایک کنواری اور خوبصورت لڑکی کو اس کے والدین کو راضی کر کے لے لیتے ہیں اور اسے نہایت ہی نفیس اور عمدہ کپڑے اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات اسلام میں کبھی نہیں ہوگی کیونکہ اسلام جاہلیت کی رسوم بد کو مٹانے آیا ہے۔ لوگ یہ بات سن کر اس بات سے باز رہے مگر دریائے نیل کا پانی کم ہونا شروع ہوگیا۔ لوگوں نے پھر اس رسم کو ادا کرنے کا ارادہ کرلیا۔ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو انہوں نے خلیفہ وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس تمام واقعہ کا حال خط میں لکھ کر روانہ کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خط ملتے ہی اس کا جواب لکھا اور کہا کہ آپ نے بہت خوب کیا جو اس بری اور جاہلانہ رسم سے لوگوں کو روک دیا۔ بے شک اسلام جاہلیت کی غلط رسموں کو مٹاتا ہے۔ میں نے اپنے خط میں ایک رقعہ لکھا ہے۔ اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب وہ خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے چھوٹے سے خط کو جو اس لفافے میں تھا، کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ یہ خط اللہ تعالیٰ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل مصر کی طرف ہے۔ اما بعد

اے نیل! اگر تو اس سے پہلے خود بخود جاری تھا تو اب جاری نہ ہو اور اگر اس سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری تھا تو اب میں خدائے قہار سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں جاری کرے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ خط لے جا کر دریائے نیل میں ڈال دیا جب واپس پلٹے تو دیکھا کہ ایک ہی رات دن میں دریائے نیل کا پانی 16 گز زیادہ چڑھ گیا۔ اس دن سے لے کر آج تک بلکہ قیامت تک وہ غلط رسم مصر سے مٹ گئی۔ یہ ہے شانِ واختیار حضرت فاروقِ اعظم کا۔

مصر کے فاتح تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ہیں لیکن حقیقتاً اس کے فاتح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ ایک مصر کیا ساری فتوحات کی پشت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی ولولہ انگیز قیادت کارفرما تھی۔ مسلمانوں کا جذبہ اور خدا کی راہ میں سر کٹانے کا شوق ایک متاع بے بہا تھی اس کی قدر و قیمت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی جانتے تھے انہوں نے جس جذبہ سے کام لیا وہ صرف ان ہی کا حق تھا۔

جمہوری نظام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں خلیفہ اور عوام الناس میں اس قدر گہرا ربط تھا کہ آج کل کی جمہوری حکومتیں چاہے وہ ایوب خان کی ہو یا بھٹو صاحب کی، نواز شریف کی ہو یا بے نظیر بھٹو کی ہو یا جنرل پرویز مشرف کی۔ کوئی بھی حکومت اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اس وقت کے حاکم نے اپنے حقوق بالکل وہی رکھے تھے جو ایک عام مسلمان کے تھے۔ وہ جب کبھی عدالت میں پیش ہوتے تو ان کی حیثیت وہ ہی ہوتی تھی جو فریق ثانی کی ہوتی وہ لوگوں میں اس طرح گھل مل کر رہتے کہ غیر آدمی ان کو پہچان نہ سکتا تھا۔

بلا شبہ آپ محبوب خلائق تھے مگر ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر شخص کو اجازت تھی کہ وہ آپ پر کھلے بندوں نکتہ چینی کرے۔ آپ ایسے ہر اعتراض کو خندہ پیشانی کے ساتھ سنتے

اور شکایات کا ازالہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کئی مرتبہ آپ کو مخاطب کر کے کہا اے عمر! خدا سے ڈر۔ حاضرین نے اس جسارت پر اسے ٹوکا تو آپ نے فرمایا اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ حاضرین میں سے ایک شخص اٹھا اور کھڑا ہو کر تلوار نکال لی اور بولا ہم تمہارا سر اڑا دیں گے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ! قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دیں۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یمن سے کچھ چادریں آئیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں تقسیم کیں ان میں سے ایک چادر آپ کے حصے میں آئی۔ آپ نے جب اس چادر کا کرتہ بنوانا چاہا تو وہ چادر کم نکلی تو ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے حصے کی چادر اپنے والدِ گرامی کو دے دی جس سے ان کا کرتہ بنا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ کرتہ پہن کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے۔ ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: اے عمر! ہم تمہاری بات نہیں سنتے، آپ نے پوچھا کیوں؟

اس شخص نے کہا کہ تم عام مسلمانوں سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے ہو، تمہارے حصے میں جو چادر آئی ہے اس کا کرتہ نہیں بن سکتا اس لیے کہ آپ کا قد لمبا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس بات کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ کی چادر اپنے والد کو دی ہے تاکہ ان کا کرتہ بن جائے۔ یہ بے باکی عوام الناس تک ہی محدود نہ تھی بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ افسر بھی اسی جرأت کا اور آزادی کا اکثر مظاہرہ کرتے رہتے تھے۔

غیر مسلموں کے حقوق:

اسلامی مملکت میں صرف مسلمانوں کو ہی آزادیاں میسر نہیں تھیں بلکہ ذمیوں کو بھی تمام ملکی حقوق حاصل تھے۔ ان کو مذہبی آزادی کی ضمانت تھی۔ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو وہ اس کے قصاص میں بے دریغ قتل کر دیا جاتا۔ کوئی مسلمان کسی ذمی پر زیادتی نہ

کرسکتا تھا اور نہ اس کے لیے کلمۂ تحقیر استعمال کرسکتا تھا۔ اگر ذمی معاہدوں سے پھر جاتے یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تو انہیں ملک چھوڑ کر جانے کا حکم دیتے اور ان کی غیر منقولہ جائیداد کی پیمائش کر کے اس کا معاوضہ ادا کر دیا جاتا۔ اگر کوئی ذمی بوڑھا، کمزور، اپاہج ہوتا، کمانے کے قابل نہ ہوتا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری ہوتا۔ البتہ ذمیوں کو جزیہ ضرور ادا کرنا پڑتا تھا۔

مجلس شوریٰ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت مجلس شوریٰ کی پابند تھی جو بڑے بڑے مہاجر و انصار صحابہ کرام اور حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عثمانِ غنی، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی جلیل القدر ہستیوں پر مشتمل تھی۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو سب کے سب لوگ مسجد نبوی شریف میں جمع ہوتے اور اس کے بارے میں بڑی جرأت اور بے باکی سے اپنی اپنی رائے پیش کرتے اور معاملہ اکثر کثرت رائے سے طے پاتا۔ یہ ارباب شوریٰ سیرت اور بصیرت دونوں اعتبار سے بڑا مرتبہ رکھتے تھے۔ اس لیے انہیں عام مسلمانوں کا پورا پورا اعتماد حاصل تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ابھی تھوڑی تھی۔ بچے ہی تھے، مدینہ منورہ کی پاک گلیوں میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، وہ بچے کوئی عام بچے نہیں تھے، صحابہ کرام کے بچے تھے، ان بچوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی کھیل رہا تھا۔ کیا مساوات ہے، کیا برابری ہے، کوئی فرق نہیں کہ یہ گورنر کا بچہ ہے وزیر اعظم کا بچہ ہے یا صدر مملکت کا بچہ ہے۔ سب برابر ہیں اور محبت سے کھیل رہے ہیں۔ کھیلتے کھیلتے حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ میں اختلاف ہوگیا۔ کسی بات پر جب جھگڑا ہوگیا تو حضرت امام

حسین جلال میں آ گئے۔ حیدر کرار علی مشکل کشا کے بیٹے لختِ جگر کو طیش آ گیا اور فرمانے لگے۔اے امیر المومنین کے بیٹے فخر نہ کرنا کہ تم حاکم وقت کے بیٹے ہو، یہ ناز نہ کرنا کہ تم امیر المومنین کے بیٹے ہو، اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ تم خلیفہ وقت کے نورِ نظر ہو، سنو تم بھی اور تمہارا باپ بھی ہمارا غلام ہے۔تمہارا والد میرے نانا جان محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے، اگر تمہیں یہ عزت ملی ہے تو میرے نانا جان ﷺ کی وجہ سے، یہ شان وشوکت یہ خلافت، یہ سرداری سب کچھ جو ملا ہے یہ ہمارے نانا جان ﷺ کے صدقے ملا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر حضرت عبد اللہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سیدھے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور رو کر عرض کیا: ابا جان! ہم سب کھیل رہے تھے کہ اچانک میرے اور امام حسین کے درمیان جھگڑا ہو گیا پھر انہوں نے جلال میں آ کر مجھے اور آپ کو اپنا غلام کہا، جس پر مجھے رونا آ گیا۔ یہ طعنہ دے کر کہا کہ تو بھی اور تیرا باپ بھی میرے نانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام ہو۔ ابا جان مجھے یہ سن کر بڑا دکھ ہوا ہے، میری بے عزتی ہوئی ہے، ابا جان بتائیے کیا ہم غلام ہیں؟ لوگ ہماری عزت کرتے ہیں، آپ دنیائے اسلام کے خلیفہ ہیں، امیر المومنین ہیں، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا امام حسین رضی اللہ عنہ ہمیں غلام کہہ رہا ہے۔ اللہ اکبر کبیر! حضرات ہوتا آج کا زمانہ یا آج کا صدر یا وزیر اعظم تو بیٹے کی بات سن کر غصے میں آ جاتا، بھڑک اٹھتا، جلال میں آ جاتا اور وزیر و مشیر بھی یہ مشورہ دیتے کہ حضرت اسے فی الفور جیل بھیج دیا جائے تاکہ پتہ چل جائے کہ کسی حاکم وقت کو غلام کہنا کتنی بڑی توہین ہے۔

سیدنا فاروق اعظم آج کل کے صدر یا وزیر اعظم نہیں تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ تھے، امیر المومنین تھے، یہ وہ عمر بن خطاب تھے جس کو میرے نبی تاجدار کائنات جانِ دو عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اسلام کے لیے مانگا تھا۔ یہ وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھا جس کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے کئی آیات نازل فرمائی تھیں۔ جب سیدنا فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے نور نظر کی یہ بات سنی تو مسکرانے لگے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ والد صاحب مسکرا رہے ہیں تو عرض کی ابا جان! یہ مسکرانے کا موقع نہیں، میں رو رہا ہوں اور آپ مسکرا رہے ہیں۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا! جو بات تم کہہ رہے ہو مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی ہو، عبد اللہ نے عرض کی ابو جان! میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے کیا ضرورت ہے الزام لگانے کی۔اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو خود چل کر حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو، میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کی وہ وہاں ہی کھیل رہے ہیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف سے اٹھے اور اپنے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ چلے اور وہاں آئے جہاں علی رضی اللہ عنہ کا لال، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لخت جگر، سرکار مدینہ ﷺ کا نواسہ کھیل رہا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امام حسینؓ کو دیکھا لیکن جھڑک نہیں دی، غصے نہیں ہوئے بلکہ ادب سے آگے بڑھ کر امام حسین کو اٹھایا، پیار کیا پھر محبت سے پوچھا بیٹا حسین! تو نے میرے بیٹے عبد اللہ کو یہ بات کہی ہے کہ تو میرا غلام ہے اور تیرا بابا میرے نانا جان کا غلام ہے؟ سیدنا حسین پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! کیا آپ میرے نانا جان رسول اللہ ﷺ کے غلام نہیں ہیں؟ تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا حسین! یہی تو تصدیق کرنی تھی کہ یہ آپ نے فرمایا ہے کہ نہیں؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سرکار مدینہ ﷺ کے روضہ پاک پر لے آئے اور فرمایا بیٹا حسین تجھے نانا جان کی عزت وعظمت کی قسم! تجھے خالق کائنات کی قسم! جب کل قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ کی عدالت لگے گی تو اے حسین! اللہ تعالیٰ کی عدالت میں بھی یہی گواہی دینا کہ اے اللہ تعالیٰ، اے وحدہ لاشریک، اے بے نیاز، حسین ابن علی گواہی دیتا ہے کہ عمر بن خطاب میرے نانا جان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا

غلام ہے اور اس کی ساری زندگی میرے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں گزری ہے۔

دوستو! یہ وہ سند ہے جو قبر میں بھی کام آئے گی اور حشر میں بھی کام آئے گی۔

قربان جائیں محبت حسین اور محبت فاروق اعظم پر۔ آج ہر آدمی محبت رسول کا دعویٰ کرتا ہے، محبت اہل بیت کا دعویٰ کرتا ہے، محبت صحابہ کرام کا دعویٰ کرتا ہے پر گواہ اور سند کوئی نہیں۔ قربان جاؤں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی محبت رسول، محبتِ آل رسول ﷺ پر جس کی محبت اور غلامی رسول کی گواہی شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ دیں اس سے بڑھ کر اور کیا عزت ہوگی؟ کیا سعادت ہوگی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کا بھی غلام ہے اور نبی کی آل کا بھی غلام ہے۔

محبانِ اہل بیت! غور کریں روافض حضرات کو سوچنا چاہیے کہ وہ کس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ اتنا ادب ان نام نہاد محبان اہل بیت میں نہیں ہے جتنی محبت، جتنا ادب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہل بیت سے کر گئے ہیں۔ اتنا پیار، اتنا ادب، اتنی محبت، اتنی عقیدت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کوئی نہیں کر سکتا۔ (اخلاق حسین، صفحہ ۱۴)

حضرات توجہ طلب ہے یہ بات، اس پر غور فرمائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھرانے سے کتنا ادب تھا۔ لیکن روافض حضرات ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بے ادبی کرتے ہیں، گستاخی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور پرنور ﷺ سے عداوت تھی، وہ زبردستی خلیفہ بن گئے، خلافت مولا علی کا حق تھا جو انہوں نے دبا لیا ہے۔ روافض حضرات سے میرا سوال ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق نہیں تھے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے دس برس تک نمازیں کیوں پڑھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چیف جسٹس یعنی جج کا عہدہ کیوں قبول کیا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فیصلے کیوں کرتے تھے؟

مولا علی سالانہ پانچ ہزار درہم وظیفہ کیوں قبول کرتے تھے؟ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عطیات کیوں وصول کرتے تھے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غاصب تھے تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسینؓ کے لیے مالِ غنیمت میں سے ایران کی شہزادی شہر بانو کا تحفہ کیوں قبول کیا؟ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام میں شک تھا آپ عادل خلیفہ نہ تھے تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیوں پڑھوایا تھا؟

حضرات گرامی! اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ذرا سی بھی کمی ہوتی تو شیر خدا حیدر کرار سید علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ کبھی بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لحاظ نہ کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عہدے نہ لیتے، وظیفے قبول نہ کرتے، مولا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروقِ اعظم سے یہ سب کچھ قبول کر کے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان اور عدل اور خلیفہ برحق ہونے پر صداقت کی مہر لگا دی ہے۔

حضرات محترم! اگر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ دل و جان سے مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت کرتے تھے تو مولا علی رضی اللہ عنہ بھی دل و جان سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت کرتے تھے۔ ایک دوسرے کا ادب و احترام کرتے تھے۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دس سال ایسے عدل کے ساتھ حکومت کی کہ آج صدیاں گزر گئی ہیں۔ آج تک ایسا دنیا میں کوئی حاکم نہیں آیا جس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح حکومت کی ہو۔ آپ ایسے عادل حاکم تھے کہ آج انگریز کافر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا ایک اور امیر المومنین مسلمانوں میں آجاتا تو پوری دنیا میں اسلام ہی اسلام ہوتا۔ اسلام کے سوا کوئی مذہب نہ ہوتا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ:

روافض حضرات کے بہت بڑے عالم علامہ احمد بن ابی یعقوب تاریخ یعقوبی جلد۲ صفحہ ۱۴۹ پر لکھتا ہے کہ ایک دن سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مولا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا میں ایک کام کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی بیٹی سیدہ کلثوم رضی اللہ عنہا کا رشتہ عطا کر دیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! میں انکار تو نہیں کرتا لیکن میری بیٹی کی عمر ابھی چھوٹی ہے، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! میں رشتہ اس لیے نہیں کر رہا کہ وہ میرے گھر میں جائے گی، میرے گھر کے کام کاج کرے گی، گھر کا نظام سنبھالے گی بلکہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنا تھا آپ فرما رہے تھے کہ لوگو قیامت والے دن تمام رشتے تمام نسبتیں ختم ہو جائیں گی مگر میرا رشتہ، میری نسبت، میرا سسرالی رشتہ، میرا دامادی رشتہ قیامت کو بھی نہیں ٹوٹے گا۔ اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل کر لوں، میرا ابھی سرکار سے دامادی والا رشتہ قائم ہو جائے۔ جب مولا علی رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو آپ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور دس ہزار دینار حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا مہر مقرر ہوا۔ دوسری روایت روافض عالم علامہ ابوالحامد عبدالمجید اپنی کتاب شرح نہج البلاغۃ جلد۳ صفحہ ۱۲۴ میں لکھتا ہے کہ جب حضرت عمر کا نکاح حضرت ام کلثوم سے ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی خوشی ہوئی۔ ناسخ التواریخ جلد۲ صفحہ ۱۴۹۹ روافض حضرات کی کتابوں سے بھی پتہ چلا ہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم کا رشتہ عطا فرمایا تھا۔ لیکن بعض حضرات کو خدا واسطے کا ویر ہے، بغض ہے۔ ڈی ایم اسلام ٹی وی مانچسٹر

روحانی کلینک پروگرام کرنے والے جناب پیر سید مزمل حسین شاہ جماعتی نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں ہوا۔ یہ باہر سے سنی ہیں اور اندر سے پتہ نہیں کیا ہیں؟ اللہ ہی جانتا ہے۔ حالانکہ سنی و روافض کتب میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے خود طے کیا۔

ذرا سوچیے! اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے دشمن ہوتے تو کیا اپنی بیٹی کا نکاح سیدنا عمر فاروقؓ سے کرتے؟ نہیں اور بالکل نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان دشمنی نہیں تھی، محبت ہی محبت تھی، ادب ہی ادب تھا۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ کی شہادت:

ذوالحجہ کا ماہ مبارک ہے ۲۲ ہجری ہے۔ چاند کی ۲۳ تاریخ بدھ کا دن ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جماعت کھڑی تھی کہ ابولولؤ فیروز نامی ایک مجوسی غلام تھا، اس بے ایمان نے حملہ کر دیا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ صحابہ کرام آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے، آپ حملے کے بعد تین دن تک زندہ رہے، ان تین دنوں میں پورے مدینہ منورہ کے لوگ آپ کو دیکھنے اور پوچھنے کے لیے آتے رہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام بھی متواتر ان تین دنوں میں کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور حال احوال پوچھتے رہے۔

عمرہ بن میمون انصاری کہتے ہیں کہ ابولولؤ نے خنجر سے جس کے دو پھل تھے زخمی کیا اور آپکے علاوہ دیگر مسلمانوں کو بھی زخمی کیا۔ آپ کے علاوہ چھ دیگر مسلمان بھی شہید ہوئے، آخر اسے پکڑ لیا گیا جب ابولولؤ نے دیکھا اب پکڑا گیا ہوں تو اس نے خودکشی کر لی۔

ادھر سورج طلوع ہونے کے قریب تھا اس لیے حضرت عبدالرحمان بن عوف

رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نمازِ فجر پڑھائی۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبیذ پلائی گئی مگر وہ آپ کے زخموں سے باہر نکل گئی پھر آپ کو دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ لوگوں نے آپ کو تسلی دی۔ آپ نے آخری لمحات میں فرمایا میں نے خلافت کو حضرت عثمانِ غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے پر چھوڑا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری شہادت کسی مسلمان کلمہ گو کے ہاتھوں نہیں ہوئی بلکہ ایک بے ایمان مجوسی ابولولؤ کے ہاتھوں ہوئی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا جاؤ بیٹا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے اور عرض کی تو حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا یہ جگہ تو میں نے اپنی ذات کے لیے رکھی تھی لیکن آج میں اپنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا: شکر الحمدللہ اے اللہ! تو نے یہ آرزو بھی پوری فرمادی۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو میں اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور مہاجرین وانصار اور اہل ملک کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً تریسٹھ سال تھی۔

حضرت عبداللہ

اوّلیات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ ہجری مقرر کی اور قیام رمضان اور تراویح کی جماع آپ ہی نے مقرر کی اور رات کو پاسبانوں کی طرح گشت کرنا آپ نے ہی شروع کیا۔ شہروں میں قاضی بھی آپ نے ہی مقرر کیے۔

ابن عساکر اسماعیل بن زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کے پاس سے گزرے، رمضان المبارک کا ماہ مقدس تھا آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا گھر نوری قمقموں سے جگمگ کر رہا ہے، ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے، قندیلیں روشن ہیں۔ قندیلوں کو روشن دیکھ کر فرمایا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری مساجد کو روشن فرمایا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن فرمائے۔ آمین

خلیفہ سوم، امیر المومنین

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بن عفان

حضرت عثمان بن عفان بن ابو العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوئی بن غالب القرشی الاموی آپ کی کنیت ابو عمرو ابو عبداللہ اور ابو لیلیٰ ہے۔ آپ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے اور ابتداءِ اسلام میں ہی دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں، پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف۔ حضرت رقیہ جو نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی تھیں ان سے نکاح ہوا تھا۔ غزوہ بدر میں حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور ان ہی کی تیمارداری کی وجہ سے آپ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اجازت فرمائی تھی کہ تم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرو۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا اور اجر بھی دیا۔ اسی لیے آپ بدریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت جنگ بدر ہوئی اور مسلمانوں کو جنگ بدر کی فتح کی خوش خبری ملی تو ادھر مدینہ منورہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور لوگوں نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا۔ اس لیے نبی کریم علیہ السلام غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے اور اُدھر خوشی اِدھر غم تھا۔ پھر حضور نبی پاک علیہ السلام نے اپنی دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمانِ غنی سے

کردیا۔اس لیے آپ کو ذوالنورین (یعنی دونوروں والا) کہتے ہیں۔ پھر وہ بھی ۹ ہجری کو وصال فرما گئیں۔علماء فرماتے ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور ایسا شخص نہیں ہوا جس نے پیغمبر کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کیا ہو۔

ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان ذوالنورین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں جنہیں ملاءِ اعلیٰ بھی ذوالنورین کہتے ہیں۔آپ کے نکاح میں حضور نبی کریم علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ جب حضرت ام کلثوم کا وصال ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور وہ یکے بعد دیگرے انتقال کرتی رہتیں تو میں اپنی بیٹیاں یکے بعد دیگرے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیتا رہتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے اس قدر خوش اور راضی تھے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کو کس قدر محبوب تھے۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میری زندگی میں کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے کسی نہ کسی غلام کو آزاد نہ کیا ہو اور کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ میں جمعہ کو غلام آزاد نہ کر سکا تو اگلے جمعہ کو دو غلام آزاد کیے۔ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو پانی کی قلت و دقت ہوئی اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہودی دیکھ کر فقرے کستے تھے اور اس طرح مسلمانوں کی عزت مجروح ہوتی تھی۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی جیب سے میٹھے پانی کے کنوئیں کے مالک یہودی کو منہ مانگی بھاری قیمت دے کر بیر رومہ خرید کر اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔اسی طرح مسجد نبوی شریف کی توسیع کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بیس یا پچیس ہزار درہم میں یہ قطعہ زمین خرید کر مسجد نبوی کے لیے وقف کر دی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے جذبۂ فی سبیل اللہ کو دیکھئے۔ یہ وہ موقع تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بلند ترین مقام اور انتہا تک پہنچے کہ گھر کا کل اثاثہ لاکر حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا، گھر میں جھاڑو تک نہ چھوڑی، بدن پر کپڑے بھی نہ رکھے ایک پرانا کمبل لپیٹ لیا اور اسے ببول کے کانٹے لگا لیے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق کچھ فکر اہل وعیال کی بھی ہے یا نہیں تو اس رفیق غار اور عاشق صادق اور محبت کے رازدار نے جواب عرض کیا جس کی ترجمانی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کی:

پروانے کو چراغ ہے تو بلبل کو پھول بس
صدیق ؓ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

یہی وہ موقع تھا کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ وہ اس مرتبہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے بازی لے جائیں گے چونکہ حسن اتفاق سے اس وقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس کافی مال تھا انہوں نے اپنے تمام مال کے دو مساوی حصے کیے ایک حصہ اہل وعیال کے لیے چھوڑا اور دوسرا حصہ نبی کریم تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار ان کے سامنے آیا کہ گھر کا سب کچھ لے کر حضور کی خدمت میں رکھ دیا تو فاروق اعظم بے اختیار پکار اٹھے کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے کبھی بھی نہیں بڑھ سکتا۔

مسجد نبوی میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور لوگوں کو بار بار ترغیب دلا رہے ہیں کہ اس غزوہ کے لیے زیادہ سے زیادہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اس موقع پر سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے ہیں اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 100 اونٹ مع ساز وسامان اور

رسد میری طرف سے حاضر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ کتنی عظیم مہم در پیش ہے اور کتنا ساز وسامان درکار ہوگا۔ حضور صحابہ کو مزید ترغیب دلاتے ہیں پھر حضرت عثمانِ غنی کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ 100 اونٹ مزید مع ساز و سامان پیش کرتا ہوں۔ حضور ﷺ پھر صحابہ کو مزید ترغیب دلاتے ہیں تو پھر تیسری مرتبہ حضرت عثمانِ غنی کھڑے ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ یارسول اللہ مزید 100 اونٹ مع ساز وسامان جہاد فی اللہ کی نذر کرتا ہوں یعنی کل 300 اونٹ مع ساز وسامان حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس غزوہ کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور دو مرتبہ فرمایا کہ اس کے بعد عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی عمل آخرت میں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد دراصل حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے اس بلند مقام و مرتبہ کے اظہار کے لیے تھا جو انہوں نے فی سبیل اللہ خرچ کر کے حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ اس کے بعد حضور ﷺ دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوگیا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ اے اللہ! میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوگیا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہکا مرتبہ بہت بلند تھا وہ صدقہ وخیرات کرنے میں پیش پیش ہوتے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا، سامان خورد ونوش کے ذخیرے ختم ہوگئے۔ لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فریاد کی تو آپ نے فرمایا ان شاء اللہ کل تمہاری یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ دوسرے روز علی الصبح حضرت عثمانِ غنیرضی اللہ عنہ کے ایک ہزار اونٹ غلّے سے لدے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ آئے۔ مدینہ منورہ کے تجار صبح سویرے حضرت عثمانِ غنی کے گھر آ گئے اور ان کو پیش کش کی کہ وہ یہ غلہ ان کے ہاتھ فروخت کریں تا کہ بازار میں بیچا جا سکے تا کہ لوگوں کی پریشانیاں دور ہوں۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ غلہ شام سے منگوایا ہے تم میری خرید پر کتنا

منافع دو گے؟ تاجروں نے کہا دس کے بارہ لے لو حضرت عثمانِ غنی نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ ملتے ہیں تو تاجروں نے مزید کہا کہ ہم دس کے چودہ دیں گے آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ ملتے ہیں۔

تاجروں نے حیران ہو کر پوچھا اے عثمانِ غنی! ہم سے زیادہ دینے والا کون ہے مدینہ منورہ میں تجارت کرنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے ہر درہم کے بدلے میں دس ملتے ہیں کیا تم اس سے زیادہ دے سکتے ہو سب تاجروں نے کہا نہیں۔ تو پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لو پھر گواہ ہو جاؤ کہ میں یہ تمام غلہ مدینہ منورہ کے محتاجوں اور ضرورت مندوں پر صدقہ کرتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ صدقہ قبول کر لیا ہے اور اس کے عوض جنت میں ان کی شادی ہے اس میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پیکرِ حیاء:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مسلم شریف میں ایک واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہوا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ میرے حجرہ پاک میں تشریف فرما تھے اور ایک گدیلے پر آپ استراحت فرما رہے تھے۔ اور بے تکلفانہ کیفیت تھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بھی موجود ہیں، باہر سے اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر تشریف لائے ہیں اور اذنِ باریابی چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اجازت ہے اندر آنے دو۔ حضرت ابوبکر صدیق تشریف رضی اللہ عنہ لاتے ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اسی حالت میں استراحت فرما رہے ہیں لیٹے ہوئے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ کی پنڈلی مبارک سے چادر مبارک ہٹی ہوئی تھی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اور جو

بات کرنی تھی وہ کی اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اطلاع ملی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی زیارت کے لیے حاضر ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں انہیں بھی اندر آنے کی اجازت مل گئی وہ بھی آئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے منہ دیوار کی طرف پھیر لیا اور اپنے اوپر چادر ڈال لی وہ بھی بات کر کے رخصت ہو گئے۔ تیسری مرتبہ پھر اطلاع ملی کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بھی ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرما لیے اور پنڈلیاں مبارک جو ننگی تھیں وہ ڈھانپ لیں اور ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ! اپنے کپڑے خوب اچھی طرح درست کر لو اور اپنے جسم پر چادر لپیٹ لو اور دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ۔ یہ اہتمام کرنے کے بعد حضرت عثمان کو اذنِ باریابی ملا وہ بھی حجرہ مبارک میں آئے اور جو بات کرنی تھی کر کے چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی کے جانے کے بعد میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے آپ نے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آئے تو بھی آپ نے کوئی خاص اہتمام نہیں فرمایا لیکن حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر آپ نے اپنے کپڑوں کی درستگی کی اور مجھے بھی حکم فرمایا اس میں کیا خاص بات تھی۔ جواب میں نبی کائنات ﷺ نے فرمایا کہ: اے عائشہ صدیقہ! تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حیاداروں میں سے زیادہ حیا والے ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عثمان غنی کی تو وہ شخصیت ہے جس سے اللہ کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں تو میں نے بھی ان سے حیاء کی ہے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں قرآن مجید پورا یاد کر لیا تھا اور نوافل میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ

کا وضو کا طریقہ اور دیگر کام نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر تھے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ صرف اوّل شب تھوڑا آرام فرماتے تھے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے حج و عمرے سب سے زیادہ کئے ہیں اور اپنے ہمعصروں میں صلہ رحمی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ رضی اللہ عنہ قبر پر کھڑے ہوتے جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تو زار و قطار روتے تھے۔ یہ وہ اوصاف تھے جو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں دو مواقع ایسے آئے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ذاتی حیثیت سے موجود نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی طرف سے موجود قرار دیئے جاتے ہیں۔ پہلا واقعہ غزوۂ بدر کے موقع پر پیش آیا اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کافی علیل تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم کو بدر کی شرکت کا ثواب اور حصہ ملے گا۔ نبی کریم علیہ السلام نے غزوۂ بدر کے غنائم میں سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو وہی حصہ ملا عطا فرمایا جو دوسرے بدری صحابہ کو عطا فرمایا گیا تھا۔

حالانکہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوۂ بدر میں حقیقی طور پر شریک نہیں تھے بلکہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو اس غزوے میں مجازی طور پر شریک قرار دیا۔ دوسرا واقعہ حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔ ۶ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں معلوم ہوا کہ قریش مکہ مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ چاہے خون کی ندیاں بہہ جائیں وہ مسلمانوں کو عمرہ نہیں کرنے دیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور ضرورت محسوس ہوئی کہ قریش مکہ

کے پاس سفارت کار بھیجا جائے۔ جو ان کو سمجھا سکے کہ مسلمان لڑائی کی غرض سے نہیں آئے ہیں بلکہ ان کا مقصد صرف عمرہ کرنے کا ہے اور مسلمانوں کو بھی تسکین دے سکیں جو مکہ مکرمہ میں محصوری کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں کفار مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

اس سفارت کے لیے نبی کریم ﷺ کا انتخاب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی بہت سی فضیلتوں کی دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے معتمد علیہ اصحاب میں شامل تھے۔ حضور ﷺ کی نظر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قریش کے نزدیک بھی معزز ترین اشخاص میں شمار ہوتے تھے۔ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے گئے تو اصحاب رسول میں سے چند نے کہا کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے اور ان کو طواف کعبہ مبارک ہو۔ جب یہ بات تاجدار کائنات نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ زمانہ دراز تک مکہ مکرمہ میں رہیں تو بھی وہ اس وقت تک طواف کعبہ نہیں کریں گے جب تک میں طواف نہ کرلوں۔ سبحان اللہ کتنا اعتماد تھا جناب عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر اور ہوا بھی یہی کہ حضرت عثمان کے چچازاد بھائی ابان سعید بن عاص نے ان کو مکہ میں اپنی پناہ میں لے لیا اور ان کو دعوت دی کہ وہ طواف کر لیں۔ اس عاشق رسول محبّ رسول ﷺ نے کہا جب تک میرا نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہیں کرلیں گے اس وقت تک میں طواف نہیں کر سکتا۔ ادھر کفار مکہ نے یہ خبر مشہور کر دی کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے۔ تو حضور ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی کے قصاص کے لیے صحابہ کرام سے بیعت لی جن کی تعداد 1400 سے زائد تھی۔ یہ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے جس کے متعلق سورۂ فتح میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے نبی بے شک میں مومنوں سے راضی ہو گیا ہوں، جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ گویا حضرت عثمانِ غنی کے خون کی حضور علیہ السلام کی نگاہ میں اتنی قدر و منزلت تھی۔ یہی

وہ دوسرا موقع ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے حقیقی طور پر موجود نہ ہونے کو بھی مجازی طور پر موجود قرار دیا۔ چنانچہ بیعت رضوان کے موقع پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور باہنا ہاتھ اٹھا کر فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے۔ یہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہکی بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں پھر بھی بیعت رضوان میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر اپنی خوشنودی اور رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی نادان حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہکی فضیلت میں شک کرے اور ان کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرے، ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کرے تو وہ بڑا بے ادب اور گستاخ ہے۔

سازشی گروہ:

ہر واقعہ کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں کچھ باطنی اور مخفی اسباب ہوتے ہیں چونکہ عام طور پر ظاہری اسباب نظروں کے سامنے ہوتے ہیں لیکن ان مخفی اسباب کی طرف بہت کم توجہ مبذول ہوتی ہے بلکہ وہ نظر ہی نہیں آتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جتنا عظیم سازشی ذہن یہودیوں کا ہے کسی اور قوم کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی سازشی قوم کا ایک فرد عبداللہ بن سبا جو بظاہر مسلمان ہوا اور جس نے مسلمانوں میں شامل ہو سازشیں شروع کر دیں اور اہل بیت کی محبت کا جھوٹا ڈھونگ رچا کر نومسلموں میں اپنے کارکنوں کے ذریعے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف مہم شروع کر دی اور ان سیدھے سادھے نومسلموں کی عقیدتوں کا رخ شخصیت پرستی کی طرف موڑ دیا۔ اب دو طرفہ سازشیں شروع ہو رہی ہیں ایک یہودیوں کی طرف سے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن جو سلطنت کسریٰ کے پرخچے اڑ جانے کی وجہ سے شکست خوردہ تھے اور آتشِ انتقام میں جل رہے تھے۔ یہ اس انتقام کی پہلی کڑی تھی حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانِ غنی نے خلافت سنبھال لی اور حالات پر قابو پالیا اور اور داخلی امن وامان اور استحکام کے ساتھ تمام سازشیں اور بغاوتیں دب گئیں اور فتوحات کا دائرہ وسیع تر ہونے لگا تو اب یہودی سازشی ذہن آگے بڑھا اور اپنی کاروائیاں اس نے خفیہ طور تیز کر دیں جن کی داغ یمن کے عبداللہ بن سبا یہودی نے ڈالی تھی۔ جب کسی بندہ مومن کو ستایا جاتا ہے، جب کسی مومن صادق کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جب کسی اللہ والے کے دل کو دُکھایا جاتا ہے اور جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب کا ناحق خون بہایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے اور اُس خون ناحق کے بدلے میں مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی اور قہرِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے جس کی ایک سب سے بڑی اور المناک صورت حال آپس کی خانہ جنگی ہوتی ہے اور خون ریزی ہوتی ہے۔ وہ بزرگ تر شخصیت جو کاتب وحی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کے پاس بیٹھے ہوتے تو اس حال میں وحی نازل ہوتی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے کہ "عثمان لکھو تو عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ لکھتے۔ یہ وہ مبارک شخصیت تھی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ پر احسان فرمایا کہ پوری امت کو ایک مصحف پر مجتمع اور متفق کر دیا۔ آج ہم جس قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں وہ قرآن صحت وسلامتی کے ساتھ امت تک حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہی کی بدولت ہم تک منتقل ہوا ہے۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم تاجدار کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا شوہر بہتر ہے یا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا۔ حضور ﷺ نے کچھ دیر سکوت فرمایا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے ام کلثوم! تمہارا شوہر ان لوگوں میں سے ہے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا اور رسول ان کو دوست رکھتا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں تم سے اس سے بھی زیادہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ میں معراج میں جب گیا

اور جنت میں داخل ہوا اور عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا مکان دیکھا تو اپنے صحابہ میں سے کسی کا مکان ایسا نہیں تھا۔ ان کا مکان سب سے بلند و بڑا تھا۔ اسی روایت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کا اظہار فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ ان کے صبر کا پھل ہے۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر پانی بند:

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تقریباً پچاس دن محاصرے کی حالت میں رہے، امام وقت خلیفہ وقت کو پانی سے ترسایا گیا۔ ان یہودی بلوائیوں کو دیکھئے کہ اس شخص پر پانی بند کیا جس نے اپنی جیب سے بیر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔

روایت میں آتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پانی کا مشکیزہ لے کر گئیں لیکن باغیوں نے نیزوں کے پھلوں سے مشکیزے میں چھید کر دیئے اور ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان میں بے ادبی و گستاخی کی اور ان کو اندر نہ جانے دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی پانی کی مشک دے کر بھیجا ان کا خیال تھا کہ کم از کم حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تو خیال ولحاظ کریں گے لیکن ان ظالموں نے ان کی بھی پرواہ نہیں کی اور مشک کو نیزوں سے سوراخ کر دیئے اور پانی بہہ گیا۔

روافض کی چالاکی:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کی کربلا میں پیاس کے چرچے کو اتنا عام کیا گیا، اتنا پھیلایا گیا کہ سنیوں کے ذہن پر بھی یہی مسلط ہے۔ بلاشبہ اس میں شبہ ہی نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی پانی بند کیا گیا یہ بھی انتہائی ظلم و بربریت تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ 7 محرم الحرام کو میدانِ کربلا میں پہنچے تھے اور 10 محرم

الحرام کو امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت ہوئی یعنی زیادہ سے زیادہ 4 دن پانی بند رہا لیکن حضرت عثمانِ غنی شہید مظلوم رضی اللہ عنہ پر پچاس دن محاصرہ رہا، پانی بند رہا اس کے باعث خلیفہ وقت اور ان کے گھر والوں پر، خاندان پر جو بیتی تھی وہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ہی جانتے تھے۔ خلفاء راشدین میں سے تیسرے خلیفہ برحق، فضیلت کے لحاظ سے پوری امت محمدیہ ﷺ میں تیسرے مقام پر فائز شخصیت، نبی کریم ﷺ کے دوہرے داماد کو کس ظالمانہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا کبھی کسی نے بیان کیا ہے؟

ذرا انصاف کریں حضرات گرامی! اگر امیر المومنین چاہتے تو ایک اشارے کی ضرورت تھی فوج کی فوج آسکتی تھی مگر آپ نے صبر سے کام لیا اور کہا کہ میں مدینہ منورہ میں کسی مسلمان کو خون ریزی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی اصرار کرتے رہے کہ ہم کو اجازت دیں ہم ان بلوائیوں، ان شورش پسندوں، ان فتنہ گروں اور باغیوں سے نمٹ لیں لیکن حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک لفظ بھی اجازت کا نکل جاتا تو میں سچی بات کہتا ہوں کہ بلوائیوں کی تکہ بوٹی ہو جاتی اور ان کا نام ونشان بھی نہ ملتا۔ لیکن عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اس آزمائش میں صبر وتحمل اور قوتِ برداشت کے کوہ ہمالیہ نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان دینا قبول کیا اور اپنے بے حرمتی قبول کر لی لیکن مدینہ منورہ کی بے حرمتی کسی حال میں منظور نہ کی اور کسی بھی کلمہ گو کے خون کی ایک بوند بھی گرنے نہ دی۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ساری قوت رکھتے ہوئے، سارے وسائل اور دبدبہ رکھتے ہوئے پھر بھی اپنے موقف پر ڈٹے رہے یہ ڈٹ جانا ایک دن کا نہیں بلکہ 50 دن کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے ہمارے ہاتھ باندھ دیئے ہیں ہم کریں تو کیا کریں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محاصرے کی حالت میں وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہا اے امیر المومنین! میں آپ کے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں ان میں سے کوئی ایک اختیار کرلیں ورنہ بلوائی آپ کو ناحق قتل کردیں گے۔

۱۔ آپ باہر نکل کر بلوائیوں کا مقابلہ کریں مدینہ منورہ میں سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں، آپ کو شوکت حاصل ہے، آپ حق پر ہیں اور یہ باطل پر۔ لہٰذا یہ بلوائی مقابلہ ہرگز نہیں کرسکے۔

۲۔ یا پھر اپنے مکان کی پشت سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیں، مکہ مکرمہ کی حرمت کی وجہ سے یہ لوگ آپ پر دست درازی نہ کریں گے اور آپ قتل سے محفوظ رہیں گے۔

۳۔ یا پھر شام کی طرف چلے جائیں وہاں لوگ آپ کے وفادار ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے یہ تینوں تجاویز رد کردیں اور جواب میں ارشاد فرمایا: لڑنے کے متعلق تو یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ مدینہ منورہ میں خون ریزی ہو اور رسول اللہ ﷺ کی امت مجھے خونی خلیفہ کے نام سے یاد کرے اور اپنی مدافعت میں مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں بہانے کا سبب بنوں اور مکہ مکرمہ میں اس لیے نہیں جاؤں گا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ قریش کے جس شخص کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں ظلم ہوگا اس پر نصف عالم کے برابر عذاب ہوگا میں نہیں چاہتا کہ میں ہی وہ شخص بنوں اور مدینہ منورہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چھوڑ کر شام جانا مجھے کسی طرح بھی گوارا نہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آتے ہیں اور محاصرین سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اجازت طلب کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

چونکہ اس بلوے میں اصل سازشی ذہن تو یہودیوں کا کام کر رہا تھا لہٰذا بلوائیوں کو خوشی ہوئی کیونکہ اسلام لانے سے قبل حضرت عبداللہ بن سلام ایک جید یہودی عالم تھے۔ اس لیے ان کا گمان تھا کہ یہ بھی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی گستاخی کر کے آئیں گے لہٰذا انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی۔

آپ اندر تشریف لے گئے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اسکے بعد عرض کیا کہ اے امیر المومنین! مجھے آپ اپنے پاس رہنے کی اجازت دیں چونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ظالم لوگ اب آپ کو شہید کیئے بغیر نہیں ہٹیں گے۔ میری تمنا یہ ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ شہید ہو جاؤں۔ اس کے جواب میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ روایت میں موجود ہیں اور محفوظ بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن سلام! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم یہاں سے چلو جاؤ میرے ساتھ نہ رہو۔ بہر حال ناچار حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اندر سے باہر آ گئے ادھر بلوائی منتظر تھے کہ وہ آئیں گے تو ہم کو سنائیں گے کہ کس طرح وہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی دل آزاری کر کے آئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ لوگو باز آ جاؤ۔ امام وقت خلیفہ وقت امیر المومنی رضی اللہ عنہ کے خون میں اپنے ہاتھ نہ رنگو۔ میں تم کو بتاتا ہوں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نبی شہید نہیں کیا گیا جس کے پاداش میں کم از کم 70,000 ستر ہزار لوگ قتل نہیں ہوئے اور کسی نبی کا خلیفہ کبھی شہید نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی شہادت کے بعد کم از کم 35 سے 40 ہزار لوگ قتل نہ ہوئے ہوں۔ دیکھو! باز آ جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ خون خرابہ ہوگا، قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا، خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ بلوائی تو کچھ اور توقع کر رہے تھے۔ جب یہ بات سنی تو بلوائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ یہودی جھوٹ بولتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں اب بھی باز

آ جاؤ ورنہ تمہاری اس حرکت سے جو فتنے اٹھیں گے، جو فتنوں کا دروازہ کھلے گا اس کا تم لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! اگر خدا تم کو اس امت پر خلیفہ مقرر کرے اور منافق اس بات کی کوشش کریں کہ خدا کے پہنائے ہوئے کرتے کو اتار دو تو اس کو ہرگز نہ اتارنا۔ حضور ﷺ نے تین بار یہ تاکید فرمائی۔ چنانچہ عین شہادت کے دن جب بلوائیوں نے مطالبہ کیا کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خلافت کو چھوڑ دیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ تم کو اختیار ہے جس کو چاہو خلیفہ بنالو ورنہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں خلافت کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

وقتِ آخر:

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کامل الحیاء والایمان تھے۔ اس مردِ حق نے شہادت سے قبل 20 غلام آزاد کیے اور فرمایا میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ شلوار پہنی کہ شاید ہنگامہ آرائی میں عریاں نہ ہو جاؤں جس کی شرم و حیا فرشتے بھی کرتے ہیں، شلوار اس صابر و شاکر نے زندگی میں کبھی نہ پہنی تھی مگر آج شلوار منگوا کر پہنی اور خوب کس لی جیسے کمر بند کو کس کر باندھا جاتا ہے تاکہ شہید ہونے کے بعد ستر نہ کھل جائے اور پھر تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہو گئے اور وہ فرمانِ رسول ﷺ پورا ہونے کا وقت آ گیا، آپ سورۃ البقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم.

تو ظالموں نے شہید کر دیا اور آپ کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر گرا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے

تھے یاالٰہی! تو خوب جانتا ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد میرے ہوش اڑ گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد مجھ سے بیعت کرنی چاہی۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ان لوگوں سے بیعت لیتے ہوئے شرم آتی ہے جنہوں نے اس شخص کو قتل کر ڈالا جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اس سے شرم نہ کروں جس سے ملائکہ شرم کرتے ہیں پس میں بھی خدا سے شرم کرتا ہوں۔ جب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ دفن ہو گئے اور امت بغیر خلیفہ کے رہ گئی تو اہل مدینہ نے بھی بیعت کا اصرار کیا تو میں نے بیعت لے لی۔

حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جس دن خلیفہ بنائے گئے اس دن وہ سب سے افضل تھے اور جس دن شہید ہوئے اس دن وہ خلافت والے دن سے بھی زیادہ اشرف واعلیٰ تھے۔ ان سے زیادہ اشرف واعلیٰ روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شہادت کے دن حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ صبح اٹھے تو فرمایا میں نے آج رات کو رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔ اے عثمان! آج تم روزہ میرے ساتھ افطار کرو چنانچہ عصر کی نماز کے بعد جمعہ کے دن روزے کی حالت میں تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رضوا عنہ)

قاتلینِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام:

حضرت نافع سے مروی ہے کہ ایک بلوائی نے شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عصا اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالا۔ لوگوں نے دیکھا کہ جس گھٹنے پر رکھ کر آپ کا عصا توڑا گیا وہ گھٹنا اور پوری ٹانگ گل سڑ گئی۔

یزید بن حبیب سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کر کے گئے تھے ان میں سے اکثر پاگل ہو کر مرے۔ واقف اسرار نبوت یعنی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ جب بلوائیوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو لوگ ان کے پاس آئے اور کہا اے حذیفہ بن یمان! آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بخدا یہ بلوائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا: شہید ہونے کے بعد کیا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا بخدا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے اور ان کے قاتلین کے لیے خدا کی قسم دوزخ ہے جس سے کسی طور ان کو چھٹکارا نہیں ملے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا خواب:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ جن کو بلوائیوں نے زخمی کر دیا تھا، جب وہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو محاصرے کی حالت میں پانی پہنچانا چاہتے تھے، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خطبہ بیان کرنے کھڑے ہوئے، اس خطبے میں انہوں نے اپنا خواب بیان کیا۔ اس خواب سے معلوم ہوگا کہ اس عالم اسباب میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت ہوتی ہے۔

حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگو! میں نے کل رات ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے۔ خالق کائنات اپنے عرش پر جلوہ فرما ہے۔ نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور عرش کا ایک پایہ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں اور حضور نبی پاک ﷺ کے شانہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر

کھڑے ہو جاتے ہیں پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اچانک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید مظلوم اس حالت میں عدالت عالیہ میں آتے ہیں کہ ان کا کٹا ہوا سر مبارک ان کے ہاتھوں میں رکھا ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہیں کہ اے پروردگار عالم اے خالق کائنات! اپنے بندوں سے پوچھ کہ مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے، شہید کیا گیا ہے، بای ذنب قتل میرا آخر قصور کیا تھا؟ میرا جرم کیا تھا جس کے بدلے میں میرا سر کاٹا گیا۔

اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی اس فریاد پر میں نے دیکھا کہ عرش الٰہی تھرتھرایا اور کانپا، اس کے بعد آسمان سے خون کے دو پرنالے جاری ہوئے جو زمین پر خون برسانے لگے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے بعد لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اس خطبے کے وقت موجود تھے، شکایتاً کہا کہ اے مولا علی رضی اللہ عنہ! آپ نے سنا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کیا بیان فرما رہے ہیں چونکہ یہ خواب تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا تھا قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کیسے اس بات کو گوارا کرتے۔ حضرت مولا علی نے جواب دیا کہ میرا بیٹا حسن وہ ہی بیان کر رہا تھا جو اس نے دیکھا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خواب کی تعبیر کچھ اس طرح ہے کہ حقیقتاً آسمان سے جو خون کے دو پرنالے جاری ہوئے وہ شہید مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون ناحق پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اربوں رحمتیں نازل ہوں حضرت عثمانِ ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر۔

۳۵ ہجری میں آپ شہید ہوئے، آپ نے بارہ سال خلافت کی۔ ہمارے

نزدیک یعنی اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ میدان قتال میں کفار کے ہاتھوں شہید ہونے والوں میں پوری امت محمدیہ میں سب سے افضل حضرت امیر حمزہ بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں جن کے اعضاء بریدہ اور پیٹ چاک اور کلیجہ چبایا ہوا، لاش کا مثلہ اس حال میں رحمتِ کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے تھا اور جن کو ترجمانِ وحی تاجدار کائنات ﷺ نے سید الشہداء کا لقب عطا فرمایا تھا۔ امت محمدیہ کی تاریخ میں دوسرا المناک سانحہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے ایک مجوسی کے ہاتھوں وہ بھی عین نماز کی حالت میں مسجد نبوی شریف میں ہوئی، یہ ایسا سانحہ تھا کہ جو بھلایا نہیں جاسکتا۔

تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ المناک، دردناک اور سب سے عظیم سانحہ امام برحق خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ ان کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت آتی ہے۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خون ناحق ہی تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب آیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں چوراسی ہزار مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں شہید ہوئے اور خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ مسلمانوں میں تفرقہ پڑا اور ایسا پڑا کہ پندرہ صدیاں گزرنے کو ہیں لیکن یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا جارہا ہے اور وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدانِ کربلا میں شہادت کے ذمہ دار بھی دراصل وہی سازشی لوگ تھے جن کی وجہ سے سانحہ کربلا ہوا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر بلانے والے یہی سازشی لوگ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر واویلا کرنے والے بھی درحقیقت اکثر و بیشتر وہی لوگ تھے جن کے دامن خونِ

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور خونِ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور خونِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے لالہ زار اور داغدار ہیں۔

مسجد نبوی شریف کی توسیع بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی اور اسے نقش ونگار کردہ پتھروں سے بنوایا اور مسجد نبوی کے ستون ایک ایک پتھر کے ہی بنوائے اور چھت ساگوان کی لکڑی سے بنوایا اور مسجد کا طول ۱۶۰ ہاتھ اور عرض ۱۵۰ ہاتھ رکھا۔ جمعہ کی پہلی اذان آپ نے ہی مقرر کیا اور موذنوں کی تنخواہیں بھی آپ نے مقرر کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی شہادت وصبر کے صدقے مسلمانوں کو اتحاد واتفاق عطا فرمائے۔ آمین

امیر المؤمنین خلیفہ چہارم

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، ابو طالب عبد مناف کے نام سے مشہور تھے اور عبد مناف عبد المطلب کے بیٹے تھے۔ ان کا نام شیبہ مشہور تھا اور شیبہ ہاشم کے بیٹے تھے اور عبد مناف کے بیٹے تھے اور وہ مغیرہ کے نام سے مشہور تھے۔ اور وہ قصی کے بیٹے تھے اور قصی زید کے نام سے مشہور تھے اور زید مرہ بن کعب کے بیٹے تھے اور کعب لوئی کے بیٹے تھے اور لوئی غالب کے بیٹے تھے اور غالب فہر کے بیٹے تھے اور فہر مالک نضر کے بیٹے تھے اور نضر کنانہ کے بیٹے تھے۔

آپ کی کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ کی کنیت ابو تراب نبی پاک ﷺ نے رکھی تھی، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ اسد بن ہاشم تھا۔ یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ایک ہاشمی شہزادے کو جنم دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ شروع اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر غالباً ۸ یا ۱۰ سال کی عمر تھی اور آپ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراہ طیبہ طاہرہ عابدہ ساجدہ رضی اللہ عنہا کے خاوند اور حضور نبی پاک ﷺ کے داماد ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میرے پاس مکے کے کچھ لوگوں کی امانتیں ہیں، یہ ان تک پہنچا کے تم بھی مدینے میں چلے آنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ایسا ہی

کیا جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا آپ نے امانتیں واپس کر کے ہجرت کی۔ آپ بدر واحد کی جنگوں میں بھی حضورﷺ کے ساتھ رہے۔ جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے تھے۔

فتح خیبر:

خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا کئی حملے صحابہ کرام نے کیے تو نبی کریم تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ نے فرمایا میں آج جس کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا خیبر اسی کے ہاتھ فتح ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی کہاں ہے؟ علی کو بلاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دُکھتی تھیں ۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں ڈالا جس سے آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ اور اگلے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ آپ نے ایسا زور دار حملہ کیا کہ دشمن کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دروازہ کو اکیلے اٹھایا، وہ دروازہ اتنا وزنی تھا کہ کئی شخص مل کر بھی اسے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے وہ دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا اور صحابہ کرام اس پر سے گزر کر قلعہ میں داخل ہوئے اور خیبر فتح ہوا۔

ایک روایت میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا دروازہ اٹھا کر ڈھال بنا لیا اور اس سے لڑتے رہے۔ آخر میں جب آپ نے وہ اتنا بڑا وزنی دروازہ پھینکا تو 80 آدمیوں نے مل کر اٹھانے کا قصد کیا مگر اٹھا نہ سکے۔ آپ اندازہ کرلیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت عطا فرمائی تھی۔

قرابت داری:

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ یہ کمال قرابت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچانا کرتے تھے یعنی جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اسے ہم منافق سمجھتے تھے۔

ترمذی شریف اور حاکم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے اچھا فیصلہ فرماتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ یہ کہے کہ مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہو پوچھ لو۔

ابن عساکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سب سے بڑھ کر قاضی اور علم الفرائض جاننے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں،

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے:

طبرانی اور حاکم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھ میں ان میں سے ایک خصلت بھی ہوتی تو تمام دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر تھی۔ لوگوں نے عرض کیا وہ تین خصلتیں کون سی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی

رضی اللہ عنہ سے کردیا۔اور دوسری ان دونوں کو مسجد میں رہنے دیا جو مسجد میں انہیں جائز ہے وہ مجھے جائز نہیں ہے۔اور تیسری جنگ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

ابن عساکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حق ادا کردیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو بن کواء اور قیس بن عباد نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے خلافت کی بابت آپ کو کوئی وصیت کی تھی؟ اس معاملہ میں آپ سے بڑھ کر کون ثقہ ہوگا جس سے ہم دریافت کریں۔آپ نے فرمایا یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلافت کی بابت وصیت کی تھی یہ تو غلط ہے۔جب میں نے آپ کی سب سے پہلے تصدیق کی تو اب رسول اللہ ﷺ پر بہتان کیوں باندھوں۔اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میری خلافت کے متعلق کوئی وصیت کی ہوتی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑا ہونے دیتا بلکہ ان کے ساتھ جہاد کرتا۔خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نعوذ باللہ نہ تو اچانک شہید ہوئے اور نہ ہی اچانک آپ کا وصال ہوا بلکہ آپ کئی روز تک بیمار رہے۔ہر روز مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر نماز کے لیے اذن چاہتا تو ساتھ ہی آپ فرمادیتے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ نبی پاک علیہ السلام میرے مرتبہ و مقام کو بھی جانتے تھے اور آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت سے باز بھی رکھنا چاہا تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کردیا اور تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے جاؤ وہ ہی نماز پڑھائیں گے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ہم نے اپنے معاملے میں

غور وفکر کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے قبول کر لیا جسے آقا علیہ السلام نے ہمارے دین کے واسطے منتخب فرمایا تھا۔ چونکہ نماز اصل دین ہے اور آپ دین کے امیر اور اسکے قائم رکھنے والے ہیں پس ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور وہ اس کے لائق بھی تھے اور اسی لیے ہم میں سے کسی نے بھی ان کے خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کوئی شخص بیزار رہا۔ اسی بناء پر میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑتا رہا۔ جو کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے دیتے رہے میں لے لیتا اور جہاں کہیں آپ مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے میں وہاں جا کر لڑتا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے حدود شرعیہ لگاتا تھا۔

جب ان کا وصال ہوا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قدم بہ قدم چلے اس لیے ہم نے ان کی بیعت کر لی اور کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیزار ہوا۔ پس میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی حق ادا کیا اور ان کی اطاعت کی اور لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑتا رہا جو کچھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا اور جہاں مجھے لڑنے کے لیے روانہ فرماتے جا کر لڑتا اور ان کے ساتھ مشوروں میں شامل ہوتا اور حدود شرعیہ جاری کرتا۔

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے اپنی قرابت اور اسلام کی پیش قدمی میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھے خلیفہ بنائیں گے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ان کے بعد والا خلیفہ اگر کوئی کوتاہی کرے گا تو انہیں قبر میں اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی اگر آپ بخشش وعوض کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے۔ مگر آپ نے کمال ذہانت سے خلافت کو قریش کے چھ

شخصوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ جب یہ لوگ انتخاب کے لیے جمع ہوئے تو مجھے خیال تھا کہ وہ مجھ سے تجاوز نہ کریں گے۔ پس عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سے اس بات پر وعدہ لیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بنائے گا ہم اس کی اطاعت کریں گے پھر انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تو میں نے اپنے معاملہ میں غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ میری بیعت پر اطاعت غالب آ گئی ہے اور جو وعدہ لیا گیا تھا وہ غیر کی اطاعت کا تھا۔ پس ہم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرلی اور میں نے ان کا حق بھی ادا کیا اور کی بھی اطاعت کی اور لشکر میں شامل ہو کر لڑتا رہا اور جو کچھ بھی حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا اور جہاں آنے کے لیے روانہ کرتے میں چلا جاتا اور ان کے مشوروں میں شامل رہتا اور ان کے سامنے اپنے دُرّہ سے حدود شرعی جاری کیا کرتا تھا۔ جب وہ بھی شہید ہو گئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ خلیفے جنہیں رسول کریم ﷺ نے مقرر کیا تھا وہ تو گزر گئے اور جن کی اطاعت کا وعدہ لیا گیا تھا وہ شہید ہو گئے تو اہل مکہ مکرمہ اور اہل مدینہ منورہ یعنی حرمین شریفین دونوں شہروں کے لوگوں نے مجھ سے بیعت کرلی۔

طیوریات میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ یا الٰہی! ہمیں ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی خلفائے راشدین کو عطا فرمائی تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا وہ دونوں میرے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو امام الہدیٰ ہیں اور شیخ الاسلام ہیں اور قریش میں سے ایسے دو شخص تھے جن کی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں نے پیروی کی جس نے ان کی پیروی کی اس نے نجات پائی اور جوان کے قدم بقدم چلا اس نے راہ راست پالی۔ پھر حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگاہ

ہو جاؤ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہوں گے ایک تو حد درجہ محبت رکھنے والا جو ایسی باتیں ثابت کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا حد درجہ کا بغض رکھنے والا جو برا کہتے کہتے مجھ پر بہتان باندھنے لگے گا۔

طبرانی شریف میں حدیث موجود ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہوں گے اور قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گا اور یہ دونوں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ دونوں مجھے حوضِ کوثر پر آملیں گے۔

خلوص:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نیک کام کرنے کی بجائے اس کے قبول کا زیادہ اہتمام کیا کرو کیونکہ عمل تقویٰ کے باعث قبول ہوا کرتا ہے پس بغیر خلوص کے عمل کیسے قبول ہو۔ اور دوسری جگہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اہل قرآن وقرآن مجید پر عمل بھی کیا کرو کیونکہ عالم وہی ہوتا ہے جو عمل کرے اور اس کا عمل علم کے موافق بھی ہو۔

پھر ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا توفیق بہت اچھا راہبر ہے اور خوش خلق ہونا سب سے بہتر ہم نشین ہے اور عقل بہت اچھا دوست ہے ادب عمدہ میراث ہے۔ حضرت علی سے سوال کیا گیا کہ سخاوت کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ جو بغیر سوال کے ہو وہ سخاوت ہے اور مانگنے کے بعد جو ہو وہ بخشش ہے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کا شانِ نزول اور وہ کس کے حق میں نازل ہوئی ہے مجھے معلوم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے قلب عاقل اور زبان ناطق عطا فرمائی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطی، صفحہ نمبر ۲۶۴)

حضرت علیؓ نے امام حسنؓ کو آٹھ باتوں کی وصیت کی:

جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹا حسن! آٹھ باتیں مجھ سے یاد رکھنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے والد مہربان! وہ کون سی آٹھ باتیں ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۱) سب سے بڑی تونگری عقل ہے۔

(۲) سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے۔

(۳) سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔

(۴) سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے۔

(۵) احمقوں کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں نفع پہنچائے مگر نقصان پہنچاتا ہے۔

(۶) جھوٹے شخص کی ہم نشینی سے پرہیز کیا کرو، کیونکہ وہ قریب کو تجھ سے بعید کر دیتا ہے اور بعید کو قریب کر دیتا ہے۔

(۷) بخیل سے بھی دور بھاگنا کیونکہ وہ تم سے وہ چیزیں چھڑا دے گا جن کی تمہیں سخت حاجت ہے۔

(۸) بدکار کی صحبت سے دور بھاگنا کیونکہ وہ تمہیں مفت میں سستے داموں بیچ ڈالے گا۔

شرعی عدالت میں قاضی کا فیصلہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے لیے تشریف لے جانے لگے تو گم ہو جانے کی وجہ سے آپ کی ذرہ نہ ملی۔ جب آپ لڑائی سے واپس آئے تو کوفہ میں ایک

یہودی کے پاس وہی ذرّہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا یہ ذرّہ تو میری ہے۔ میں نے اسے نہ تو فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے۔ یہ تمہارے پاس کس طرح آ گئی۔ یہودی نے کہا یہ تو میری ذرّہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ ہم قاضی کے پاس چلتے ہیں یہ کہہ کر دونوں قاضی کے پاس چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا فریق ثانی اگر یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے پاس اس کے برابر اس کے ساتھ کھڑا ہوتا لیکن میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ یہودیوں کو حقیر و ذلیل سمجھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں حقیر و ذلیل سمجھا ہے۔ قاضی نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اپنا دعویٰ پیش کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ ذرّہ جو یہودی کے ہاتھ میں ہے، یہ میری ہے میں نے نہ اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہبہ کیا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا اے یہودی! تم کیا کہتے ہو۔ یہودی نے کہا یہ زرّہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا اے امیر المومنین! آپ کا کوئی گواہ ہے کہ تو پیش کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا غلام قنبر اور میرا بیٹا حسن اس بات کی گواہی دیں گے کہ یہ زرّہ میری ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اے امیر المومنین بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قاضی صاحب! کیا جنتی کی گواہی بھی قبول نہیں ہوسکتی۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

یہودی یہ بات سن کر بول اٹھا۔ اے امیر المومنین آپ مجھے قاضی صاحب کے پاس لائے تھے، قاضی صاحب نے اور عدالتِ عالیہ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ دین اسلام دین حق ہے اور یہ زرّہ بے شک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میں اب بطیبِ خاطر مسلمان ہوتا ہوں۔ وہ یہودی عدالتِ اسلامیہ کا فیصلہ سن کر مسلمان ہوا۔ آج ہماری عدالتیں کیا ہیں؟ سالہا سال تک فیصلے نہیں ہوتے اگر فیصلہ ہو بھی جائے تو اسے قبول نہیں کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پانچ باتیں مجھ سے یاد رکھو۔

۱۔ گناہ کے علاوہ کسی بات سے نہ ڈرو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہ رکھو۔

۳۔ جو چیز سمجھ نہ آتی ہو اسے پوچھنے میں شرم نہ کرو۔

۴۔ عالم کو چاہیے کہ جب اس سے ایسی بات پوچھی جائے جو اسے نہ آتی ہو تو کہہ دے کہ اللہ اعلم ورسولہ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

۵۔ صبر و ایمان میں وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے ہے یعنی صبر ایمان کا سر ہے۔ جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے جیسے کہ سر اتر جاتا ہے، سر کٹ جاتا ہے تو جسم بھی جاتا رہتا ہے یعنی جسم کی حرکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس اور لوگوں کے درمیان انصاف کرو جو چیز اپنے لیے پسند کرو وہی چیز لوگوں کے لیے بھی پسند کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سات باتیں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں۔

۱۔غصہ کی شدت ۲۔نشہ آور کی وجہ سے چھینک آنا ۳۔جمائی کی شدت

۴۔قے ۵۔نکسیر ۵۔ ذکر خدا کے وقت نیند آنا ۶۔بول و براز

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انار اس کی نیلی سی جھلی کے ساتھ کھایا کرو کہ وہ معدہ کے لیے مقوی ہے اور مجرب ہے۔ اہل بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ تاجدار کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیارے نواسے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: لکل شیء اساس ہر چیز کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ وہ بنیاد کیا ہے؟ فرمایا حب اصحاب رسول اللہ وحب اهل بیت (برکات آل رسول ص ۲۴۶) اسلام کی بنیاد حضور ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت سے محبت و عقیدت اور ان کی غلامی پر ہے۔

امام الاولیاء حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات حبیب کبریاء ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا، جہنم پر پل صراط بچھی ہوگی۔ میری امت پل صراط سے گزرے گی۔ سرکار فرماتے ہیں: پل صراط سے ثابت قدمی کے ساتھ وہی گزرے گا جس کے سینے میں میرے صحابہ کرام اور میرے اہل بیت عظام کی محبت ہوگی، پیار ہوگا، ادب ہوگا۔ (برکات آل رسول، صفحہ ۲۴۷)

حضرات گرامی! ان دو فرامین سے پتہ چلا بیڑا اس کا پار ہوگا جس کے ایک ہاتھ میں دامن صحابہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں دامن اہل بیت کا۔ اگر اہل بیت کو چھوڑ کر صرف صحابہ کرام سے محبت کی جائے تو وہ محبت قبول نہ ہوگی اور صحابہ کرام کو چھوڑ کر صرف اور صرف اہل بیت عظام سے پیار کیا جائے، محبت کی جائے تو وہ بھی نا قابل قبول ہے۔ کامیاب وہ ہو گا جو دونوں کی محبت دل میں بسائے گا، جو دونوں کا غلام ہوگا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا محض فضل و کرم ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت صحابہ کرام کے بھی غلام ہیں اور اہل بیت عظام کے بھی غلام ہیں۔ سنیوں کے پیر خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ حسنی حسینی سید ہیں۔ آج سے قریباً ایک ہزار سال پہلے کی بات ہے کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ سرکار اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے آپ کی ڈیوٹی ہندوستان کے شہر اجمیر میں لگائی۔ آپ سرکار سے اجازت لے کر واپس آئے، راستے میں سب سے پہلے نجف اشرف حضرت علی مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے روضہ پاک پر حاضر ہوئے اور ہدیہ ایصال ثواب اور سلام پیش کیا اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر پھر کربلا معلیٰ میں حضرت امام حسین کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ امام عالی مقام کے مزار مبارک کو چوما اور پھر ہاتھ باندھ کر گردن جھکا کر زبان حال سے عرض کیا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کائنات کے سردار ہیں، کائنات کے بادشاہ ہیں، دین الٰہی حسین ہیں، امام حسین اللہ تعالیٰ کے دین کو پناہ دینے والے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے میدان میں سر پاک کٹوا دیا لیکن یزید پلید کے ناپاک ہاتھوں میں اپنا ہاتھ نہیں دیا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ سچی بات یہ ہے کہ امام حسین کلمہ لا الہ کی بنیاد ہیں۔

کربلا معلیٰ کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور کے بے تاج بادشاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور چالیس دن تک آپ کے قدموں میں بیٹھ کر مراقب ہوئے اور فیض حاصل کیا، جاتے ہوئے آپ نے فرمایا داتا صاحب کمال کے بزرگ ہیں اور داتا صاحبؒ کی شان میں یہ شعر لکھا:

گنج بخش فیض عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

آپ فرماتے ہیں کہ داتا صاحب خزانے بخشنے والے ہیں اور فیض عطا فرمانے والے ہیں اور مظہر نور خدا ہیں۔ ناقصوں کے لیے پیر کامل ہیں اور کاملوں کے بھی رہنما ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ اولیاء امت کا طریقہ کار تھا کہ بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دینا باعثِ برکت اور ثواب ہے اور ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کا ولی قبر میں لیٹا ہوا بھی فیض عطا فرماتا ہے۔

خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کے لاکھوں

انسانوں کو ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ ان اللہ والوں نے بھٹکے ہوئے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے سچائی، نیکی اور امن کی تعلیم عام کی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ علم مال سے بہتر ہے۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے جبکہ علم ترقی کرتا ہے یعنی علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

حضرت سیدنا شیخ شرف الدین المعروف شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں اور مریدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے تو اس طرح دعا مانگا کرو

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامانِ آل رسول

یہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بھی سنی حنفی ہیں۔

شیخ الحدیث، فنافی الرسول حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

ترجمہ: سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ شاہ مرداں ہیں، آپ شیر یزداں ہیں آپ اللہ تعالیٰ کی طاقت کا مظہر ہیں۔ مولانا علی جیسا دنیا میں جوان کوئی نہیں۔ ذوالفقار جیسی تلوار کوئی نہیں۔

یہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کون ہیں؟ یہ بھی سنی حنفی ہیں۔

اور مفکر پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے:

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضےٰ سوز صدیق دے

یہ علامہ اقبال بھی سنی و حنفی تھے۔

پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی فرماتے ہیں:

خدا دیتا ہے کھا لیتا ہوں پنجتن کے نام کے ٹکڑے
انہیں کے در سے ملتے ہیں صبح و شام کے ٹکڑے

پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی بھی سنی حنفی ہیں اور سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔

بہر کیف میں عرض کر رہا تھا کہ ہر مسلمان ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سینے میں اہل بیت کی محبت ہو اور صحابہ کی بھی محبت ہو۔ تب جا کر کامیابی ہوگی۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ کوئی انسان مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ بندہ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ سمجھے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ پیارا نہ سمجھے اور میرے گھر والوں کو اپنے گھر والوں سے زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ حضور ﷺ نے یہ بات کیوں فرمائی؟ وجہ کیا تھی؟ حکمت کیا تھی؟ تو اس کی وضاحت بھی میرے آقا ﷺ نے خود اپنی زبان اقدس سے فرما دی میرے آقا ﷺ نے فرمایا ''مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے'' جس انسان نے جس مومن نے ہمارا حق نہیں پہچانا اس بندے کو اس کا کوئی نیک عمل کام نہیں آئے گا کسی قسم کی نیکی نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ نیکیاں اسی کے کام آئیں گی، اچھے کام اسی کو فائدہ دیں گے، جس نے نبی اور آل نبی اور صحابہ کرام سے پیار کیا، ان کا ادب کیا اور ان کی محبت میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو فرشتوں کے لیے زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔

کیا شان ہے اس مومن کی کہ مرنے کے بعد اس کی قبر پر رونق لگی رہتی ہے۔ دیکھ لو آل نبی، اولاد علی اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی قبروں پر رونق ہی رونق ہے کوئی قرآن پڑھ رہا ہے کوئی ذکرِ الٰہی کر رہا ہے پتہ چلا کہ آل نبی اور اولاد علی اور صحابہ کا غلام کامیاب ہی کامیاب ہے۔

گھناؤنا منصوبہ:

خوارج میں تین اشخاص عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تیمی اور عمرو بن بکیر تمیمی مکہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے عہد کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ابن ملجم نے کہا میں تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا اور برک بن عبداللہ نے کہا میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں پھر انہوں نے عہد لیا کہ یہ معاملہ ایک ہی رات میں طے ہوگا اور گیارہ یا سترہ رمضان کی رات طے ہوئی۔ یہ گھناؤنا منصوبہ بنا کر ان میں ہر ایک اُس شہر کی طرف روانہ ہوا جس میں اس کا مطلوب موجود تھا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

چنانچہ ابن ملجم کوفہ میں پہنچ کر اپنے دوستوں، خارجیوں سے جا ملا۔ ۱۷ رمضان ۴۰ ہجری جمعرات کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے بیٹے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو کہا آج رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور میں نے خواب میں ہی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ کی امت سے بڑی تکلیف پہنچی ہے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ”اے علی! میری امت کے لیے دعا کرو۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ موذن نے آ کر آپ کو نماز فجر کی امامت کے لیے بلایا۔ آپ اٹھے وضو فرمایا اور اپنے مکان سے لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہوئے نکلے اور مسجد میں وہ ازلی بدبخت ملعون چھپا ہوا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں مشغول ہو گئے تو اس شقی ازلی نے پیچھے سے تلوار ماری جو آپ کی پیشانی مبارک کو چیرتی ہوئی کنپٹی

تک چلی گئی۔ حضرت علی نے فرمایا ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ لوگوں نے ہر طرف سے دوڑ کر ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ دو دن جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔ جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی، آپ کے کفن دفن کے بعد لوگوں نے ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایک ٹوکری میں ڈال کر آگ لگا دی اور وہ ظالم واصل فی النار ہوگیا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۳۲)

امیر المومنین ولایت کے تاجدار سید ابوتراب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے فضائل و کمالات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس کے لیے ایک بڑی کتاب کی ضرورت ہے۔

اہل بیت اطہار کون ہیں

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ (پ۲۲، آیت ۳۳، سورۂ احزاب)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ نبی مومنین کی جانوں کا مالک ہے اوران سے زیادہ اختیار رکھتا ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

قرآن مجید کی اس نص قطعی سے معلوم ہوا کہ رسولِ کریم ﷺ کی ازواج مطہرات جیسی دنیا میں کوئی دوسری عورت ہو ہی نہیں سکتی چاہے وہ کتنی ہی پارسا اور نیک ہو۔ کیونکہ مومنین کی مائیں ہونے کا شرف صرف اور صرف ان مقدس مستورات کو ہی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ام المومنین کا لقب صرف نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے مخصوص ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول گرامی ﷺ وہ واحد ہستی ہیں جو تمام مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ (تفسیر قمی ص۵۱۶ مطبوعہ ایران)

جب یہ آیات نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے باپ ہوئے اور آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہوئیں۔ روافض مفسر نے واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ تمام مومنوں کے روحانی باپ ہیں اسی طرح آپ کی ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کائنات ﷺ کی ازواج مطہرات سے بدگمانی کرنے والے دراصل نبی پاک ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔

سورۂ احزاب ترجمہ: اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو ایذا دو اور نہ یہ

کہ تم ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی نکاح کرو بے شک اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی برائی ہے۔

ترجمہ (مقبول احمد روافض) نبی پاک ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ کی ازواج سے نکاح اس لیے حرام ہے کہ وہ جنت میں بھی آپ کی ازواج ہوں گی۔

آیت مبارکہ ان لوگوں کے رڈ میں نازل ہوئی کہ جن عورتوں کا رسول کریم ﷺ سے رشتۂ زوجیت استوار ہو چکا ہے ان سے اب کوئی دوسرا شخص قطعاً نکاح نہیں کر سکتا۔ نہ تو حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں اور نہ ہی حیات برزخی میں۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا اور اسے اپنے محبوب تاجدار کون و مکان حضرت محمد ﷺ کی ایذا سے تعبیر فرمایا اور حکماً فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی ﷺ کے گھر والو۔ اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردیا کہ نبی کی بیویوں سے کسی اور کا کسی صورت میں نکاح کرنا میرے نزدیک بڑا بھاری گناہ ہے۔

اور پھر ایذائے رسول کا عذاب یوں بیان فرمایا کہ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لعنت۔

اس سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا تقدس صرف حضور ﷺ کی ظاہری حیات تک ہی نہ تھا بلکہ اس کے بعد وہ مقدس ہیں اور محترم ہیں اور قیامت تک کے لیے مقدس و محترم رہیں گی۔ حضور ﷺ کی مقدس ازواج کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اتنی سی بات گوارا نہ ہوئی کہ عام عورتوں کی طرح ان کے خاوندوں کے مرنے کے بعد وہ کسی سے عدت گزارنے کے بعد نکاح کرسکیں اور اس قسم کے خیال کو اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی ایذا اقرار دیا لہٰذا جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر نماز کے بعد حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لعنت بھیجنی چاہیے (نعوذ باللہ) اور اسی طرح حضرت ام المؤمنین سیدہ

حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی برا بھلا کہتے ہیں کیا اس طرح انہوں نے نبی پاک ﷺ کو ایذا نہیں دی۔ جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ یقیناً کہے گا کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کو انتہائی دکھ ہوگا اور جو حضور کو دکھ دے گا وہ سکھ کیسے لے سکتا ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہے۔

رافضی حضرات الم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیتے ہیں جن کی وجہ سے رسول ﷺ کو دکھ ہوتا ہے، ایذا پہنچتی ہے اور جو رسول خدا ﷺ کو ایذا دیتے ہیں وہ مسلمان کب ہو سکتے ہیں۔ جو اپنی ماں کا بے ادب اور گستاخ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا محبّ کیسے ہو سکتا ہے؟

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت

غور فرمایئے کہ آقا علیہ السلام کے اہل بیت اور ازواجِ مطہرات اور حضور ﷺ کے جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ نہایت ہی افضل واعلیٰ ہے اور بلند وبالا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صدقے ان نفوسِ قدسیہ کو بڑے بڑے اعزاز واکرام سے نوازا ہے۔

ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت
اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلبیت

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم. (۲۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آل کی شان بیان فرمائی ہے۔ یہ انما عربی میں وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں بات کو حصار کرنا مقصود ہو یعنی بند کرنا اس

لیے اس کو کلمہ حصر بھی کہتے ہیں۔ حصار کا معنی ہے اپنے اردگرد لکیر کھینچ دینا یا دائرہ بنا لینا تا کہ باہر والی چیز اندر نہ آسکے اور اندر والی باہر نہ جا سکے۔ بلاشبہ خالق کائنات نے نبی کائنات ﷺ کی اہل بیت کے اردگرد حصار بنا دیا اور اعلان فرما دیا۔ میرے محبوب کے گھر والو تم اس حصار سے یعنی میری رحمت کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتے اور باہر کی کوئی پلیدی کوئی ناپاکی کوئی گندگی اور کوئی خباثت تمہارے پاس نہیں آسکتی جس کی عزت وعظمت کی پاکی کی اہمیت اللہ تعالیٰ بیان فرمائے۔ اس اہل بیت اطہار کی شان کا کیا عالم ہوگا؟ میرے اور ساری کائنات کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! سن لو میں بھی پاک ہوں، میرے گھر والے بھی ہر گناہ سے ہر خطا سے ہر عیب سے ہر برائی سے پاک ہیں یعنی میں گناہوں سے معصوم ہوں، میرے گھر والے گناہوں سے محفوظ ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ص ۱۲، آل رسول، ج ا، ص ۵۲۰۔)

جو آل رسول ﷺ ہو وہ سچا ہوتا ہے:

عباسی خلیفہ جعفر بن معتصم المتوکل علی اللہ کا دور تھا۔ اس کے دور میں ایک عورت نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اس کا نام زینب تھا۔ جب خلیفہ متوکل کو پتہ چلا تو اس نے چند سپاہی بھیجے کہ اس عورت کو پکڑ کر لے آؤ۔ سپاہی گئے اور اس عورت زینب کو گرفتار کر کے لے آئے۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا بی بی تو کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس نے کہا خلیفہ صاحب میں سیدزادی ہوں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں۔ خلیفہ صاحب یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کوئی سیدزادی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہ کی بیٹی اپنے نانا جان محمد مصطفےٰ ﷺ کے مقدس منصب پر ڈاکہ مارے تم جھوٹ بولتی ہو۔ خلیفہ نے اسے قید کر دیا اور وزیروں اور مشیروں کو بلایا اور تحقیق شروع کر دی کہ یہ عورت کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ اس کا خاوند کون سا ہے؟ یہ سب کیسے پتہ چلایا

جائے؟ خلیفہ صاحب کے ایک دوست تھے فتح بن خاقان وہ بھی دربار میں موجود تھے۔ اس نے کہا خلیفہ صاحب پریشان نہ ہوں ہمارے شہر میں ایک سید ہیں محمد بن علیؒ جو حضرت موسیٰ کاظم کے پوتے ہیں، سیدنا امام حسین کے پڑپوتے ہیں ان کو بلوا کر پوچھ لیتے ہیں۔ خلیفہ صاحب کو یہ مشورہ بڑا پسند آیا کہنے لگا جاؤ اسی وقت حضرت سید محمد بن علی کو لے آؤ۔ جب حضرت سید محمد بن علی تشریف لائے تو خلیفہ نے بڑا احترام کیا، بڑی عزت کی پھر اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا اور اس عورت کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ یہ عورت نبی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں سیدزادی ہوں۔ ہم کو قرآن وحدیث کے حقائق سے تو علم ہے کہ نبی پاک علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں یہ عورت جھوٹ بولتی ہے اور سادات کے گھرانے کو بدنام کر رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت محمد بن علی مسکرا پڑے اور فرمایا خلیفہ صاحب یہ جاننا بڑا آسان ہے۔ خلیفہ نے عرض کی وہ کیسے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آل کو ہر ناپاکی سے پاک فرمادیا ہے۔ قیامت تک کوئی ناپاک چیز آل رسول کے قریب نہیں آسکتی۔ لہٰذا آپ کے پالتو شیر پنجرے میں بند ہیں، اس عورت کو ان شیروں کے پنجروں میں ڈال دو اگر یہ سیدزادی ہوئی تو شیر سونگھ کر پہچان لے گا کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پاک سے ہے تو شیر اس کے قدم چوم لے گا۔ اگر سیدزادی نہ ہوئی تو اسے چیر پھاڑ دے گا۔ خلیفہ یہ سن کر بڑا حیران و پریشان ہوا اور کہنے لگا حضرت محمد بن علی یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا: خلیفہ صاحب! اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ زہراء طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا گوشت جنگل کے درندوں پر حرام فرمادیا ہے۔

اللہ اکبر کبیراً!!! خلیفہ صاحب نے جب یہ بات سنی تو حکم دے دیا کہ اس عورت کو شیروں کے پنجروں میں ڈالا جائے، جب سپاہی اس عورت کو لے کے چلنے لگے تو عورت کی چیخیں نکل گئیں وہ خلیفہ کے قدموں میں گر پڑی اور کہا کہ مجھے معاف کر دو میں جھوٹی ہوں،

میں نبی نہیں ہوں میں سیدزادی بھی نہیں ہوں۔خلیفہ نے حکم دیا اس جھوٹی عورت کو اونٹ کی ننگی پشت پر سوار کر کے الثامنہ کر سارے شہر میں پھرایا جائے اور ساتھ منادی کرتا جائے کہ لوگو دیکھو کہ یہ عورت جھوٹی ہے کذاب ہے، یہ سیدزادی ہے اور نہ ہی نبی ہے۔یہ جھوٹا دعویٰ کرتی تھی اس کو سارے علاقے میں پھرایا گیا جو اسے دیکھتا لعنت بھیجتا۔

آج کے دور میں بھی کچھ ہیں جو جھوٹے کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ غلام احمد قادیانی کا جھوٹ سب پر واضح ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ اور ہدایت عطا فرمائے۔ایک دن خلیفہ دربار میں بیٹھا تھا کہ حضرت محمد بن علی کی بات چل پڑی۔خلیفہ نے کہا کہ حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے سید کی پہچان کا یہ بڑا پیارا طریقہ بتایا تھا، کمال کر دیا۔درباریوں میں سے ایک شخص جس کا نام علی ابن الجہم تھا اس نے خلیفہ سے کہا کہ خلیفہ صاحب اگر محمد بن علی کی بات سچی ہے تو یہ بھی سید ہیں، آلِ رسول ہیں، ان کا امتحان نہ لیا جائے کہ واقعی یہ بات سچ ہے یا ویسے ہی اپنی شان دکھانے کے لیے بات کر گیا ہے۔خلیفہ صاحب یہ سن کر کہنے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔محمد بن علی واقعی سید بھی ہیں اور بزرگ بھی۔عابد بھی اور صادق بھی، اس درباری نے کہا کہ خلیفہ صاحب اس میں کوئی شک نہیں لیکن اگر آزما لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے بلکہ مزید تسلی ہو جائے گی۔خلیفہ نے کہا اچھا تجربہ کر لیتے ہیں۔

شیروں کو تین دن بھوکا رکھا گیا۔تیسرے دن حضرت محمد بن علی حسینی رضی اللہ عنہ کو بلوایا گیا۔جب حضرت تشریف لائے تو بطور امتحان ان کو شیروں کے پنجرے میں ڈال دیا گیا۔خلیفہ صاحب اور اس کے درباری یہ منظر دیکھنے لگے کہ اب کیا ہوتا ہے۔علی بن یحییٰ اور ابن حمدون وغیرہ اس روایت کے راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم! ہم نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب حضرت محمد بن علی حسینی کو شیروں کے پنجرے میں ڈالا گیا تو تین دن کے بھوکے شیر دوڑے کہ ہماری خوراک آ گئی ہے لیکن جونہی حضرت محمد بن علی حسینی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کہ اس میں نور چمک رہا ہے تو بجائے کھانے کے قدم چومتے

ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا!

خلیفہ صاحب نے یہ منظر دیکھا تو خوش ہوا اور آپ کو پنجرے سے نکال کر باہر لائے اور حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بڑا مال اور انعام پیش کیا اور دست بستہ عرض کی حضرت! واقعی آپ نے سچ فرمایا ہے کہ سید آل رسول ہو حسنی و حسینی ہو اس کو کبھی درندے کھا نہیں سکتے۔ (شرف النبی ص ۲۶۶)

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل بیت کون ہیں؟

قرآن مجید میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ اہل بیت یہ لوگ ہیں۔ جن کی پاکی کا اعلان خالق کائنات فرما رہا ہے۔ قرآن پاک کے پہلے مفسر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد نبی پاک ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ہیں۔ علامہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تمام اولاد اور نبی پاک ﷺ کی تمام ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں اور اسی طرح حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ زہراہ رضی اللہ عنہا، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ، زکوۃ حرام فرمائی ہے اور وہ ہے آل محمد ﷺ آل علی آل عقیل آل جعفر آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نور الصارج ج اص ۳۸۹، برکات آل رسول ص ۲۹، شفاء شریف، جلد۲ ص ۱۴۶

امام اہل سنت کشتہ عشق مصطفیٰ ﷺ فنا فی الرسول حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت تک ہر آنے والا نیک مومن مسلمان انسان حضور ﷺ کی آل میں اہل میں شامل ہے۔ شفا شریف ج ۲ ص ۱۴۶۔

حضرات گرامی! یہ تمام اقوال مبنی برحق ہیں ان میں کوئی شک نہیں ہر عالم کے

پاس ہر محدث کے پاس قرآن وحدیث کے دلائل موجود ہیں۔ کتنا اچھا فیصلہ مفسرین کرام نے فرمایا: کاش یہی بات تمام عالمِ اسلام مسلمانان عالم جان لیتے تو کوئی جھگڑا نہ رہتا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے اختلاف بڑھتے جاتے ہیں اور اہل بیت کی تقسیم ہوتی جاتی ہے۔ رافضی کچھ کہتے ہیں خارجی کچھ کہتے ہیں لیکن ہم اہل سنت و جماعت ہیں، اہم اہل بیت رسول ﷺ کا ادب کرتے ہیں۔ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے بھی غلام ہیں۔

دوستو اور بزرگو! یادرکھو نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں۔ ازروئے قرآن اگر ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شامل نہ کیا جائے تو قرآن مجید کی آیات کا انکار ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی کسی آیت کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا اور حدیث رسول ﷺ کا انکار کرنے والا بھی مسلمان نہیں۔

قرآن پاک کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بیوی ہی اصل میں اہل بیت ہے۔ لفظ اہل بیت گھر والوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اہل بیت سے مراد حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات ہیں، انسان کا گھر آباد ہی بیوی سے ہوتا ہے اور تب بچے اور بچیوں کا سلسلہ چلتا ہے اگر بیوی کو اہل بیت میں شامل نہ کریں تو بچے، بچیاں، نواسے، نواسیاں کیسے اہل بیت میں شامل ہوں گے۔

حضرات! اگر حضور ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین اور مولا علی مشکل رضی اللہ عنہم کی شان سمجھنا چاہتے ہو تو آؤ پہلے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شان کو سمجھو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان کو سمجھو۔ تمام ازواجِ مطہرات کی قدر کرو اور شان کو سمجھو، پھر جا کر حضور ﷺ کی اولاد پاک کی سمجھ میں آئے ہیں جو ماں کی قدر نہیں کرتا اسے بیٹی کی عزت وشان کا کیا علم ہے وہ تو جاہل ہے نبی پاک ﷺ مختار کائنات ہیں سلطانِ کائنات ہیں آپ جس کو چاہیں آل بیت میں شامل فرمالیں۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سرکار نے اپنی اہل بیت میں شامل فرمایا، اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سارے گھر والوں پر چادر ڈال دی اور فرمایا اے رب العالمین یہ میرا چچا محترم ہے، میرے باپ کے قائمقام ہے اور اس کے گھر والے جو میری چادر کے نیچے ہیں یہ سب میرے اہل بیت ہیں، چادر ان پر ڈال دی اور دعا کی جو اس سے پہلے اہل بیت میں داخل نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی سمجھ عطا۔ خلفائے راشدین، آل پاک اور صحابہ کرام کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

روافض کی گستاخیاں

گستاخی نمبر 1:

مجھے روافض حضرات سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے مگر میں نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے ان کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ روافض مذہب حق پر نہیں ہیں۔ اس مذہب کی کتب میں ایسے خرافات اور گندی باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ ان کا یہاں نقل کرنا بھی گناہ ہے۔ مگر حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے نقل کفر کفر نہ باشد، رافضیوں کی مشہور کتاب ذخیرۃ المعاد کے ص ۹۵ پر ہے:

نقل شده که جماع در فرج محارم بالفِ حریر جائز است.

ترجمہ: محارم ماں بہن سے ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔

یہ ہے رافضی مذہب کی کارستانی حقیقت یہ ہے کہ اس مذہب کی حالت انتہائی افسوسناک ہے اور اس فرقہ کے افراد کی عمریں صحابہ کرام اور امہات المؤمنین، ازواج النبی سے بغض و عداوت اور ان کی شان میں بے ادبی، سب وشتم اور مسلسل بدگوئی میں گزرتی ہیں۔ یہ لوگ سیدہ طاہرہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں اور خلفائے ثلاثہ کو منافق اور بے ایمان کہتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے ہیں۔

اگر ان حضرات میں کوئی انصاف پسند، دیانت دار اور خدا ترس موجود ہے تو وہ کتب روافض سے ایسے گندے الفاظ نکال دیں۔ اس سلسلہ میں میرا یہ بھی اعلان ہے کہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے والے کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

گستاخی نمبر 2:

پس کافراں ریسمانی در گردن امیر المومنین انداختند و بسوئے مسجد کشیدند.

(جلاء العیون ج ۲۱۹۱، حملہ حیدری ص ۲۸۲، رجال کشی، ص ۱۴)

ترجمہ: یعنی بعض لوگوں نے حضرت امیر المومنین کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر مسجد میں لے آئے۔

یہ فرقہ ایک طرف تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بزدل اور ڈرپوک کہہ رہا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا چاہتے تھے تو لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال لی اور کھینچ کر لے آئے۔ اس طرح سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کروائی۔ یہ لوگ جھوٹ بول کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کے ڈر سے بیعت کی تھی۔

اب حضرت علی کا فرمان ذیشان سنیے!

فمشیت عند ذلک الی ابی بکر و بایعته و نصرت فی تلک الاحداث فتولی ابو بکر تلک الامور و سدد و یسر و قارب فصحبته منا صبحًا و اطعته فیها اطاع اللّٰہ فیه جاهدًا. (ناسخ التواریخ حالات حضرت علی جلد ۳ ص ۲۲۲)

ترجمہ: میں خود چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کی، اسکے بعد میں نے تمام مصائب و حوادث میں اس کی مدد کی۔

اس سے پتہ چلا ہے کہ روافض فرقہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بھی بغض رکھتے ہیں، یہ حضرت علی کے دشمن ہیں۔ سچی محبت رکھنے والے صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہیں جن کی کتاب میں یہ حدیث موجود ہے۔

النظر الی وجه علیّ عبادۃ .

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔

میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان قربان کر دی، بچوں، بھتیجوں، بھانجوں کی شہادت کو قبول کرلیا اور یزید پلید کی بیعت نہ کی۔ اولیاء اللہ کے فرامین اور روافض غالیہ کی کتابوں کی ان تصریحات سے روز روشن سے زیادہ واضح ہے کہ اہل سنت وجماعت اہل حق ہیں، اہل نجات ہیں۔ سوادِ اعظم ہیں، افتراق وانتشار کے اس شور وشر میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کی بیعت نہ کی، شہادت قبول کر لی، بیعت قبول نہ کی اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ شیر خدا کے بیٹے نے ڈر کر بیعت نہیں کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈر کر بیعت قبول کر لی ہو۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محض الزام ہے، اللہ تعالیٰ روافض فرقہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ:

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لا فتیٰ الّا علیّ لا سیف الا ذوالفقار

روافض حضرات کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو فطری حسد و بغض ہے اس کی بناء پر وہ بھولے بھالے اور بے علم عوام کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن و حدیث کے اصلی مفہوم سے بے تعلق الزامات لگاتے ہیں اور پروپیگنڈے کے زور پر ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دیا بلکہ ان سے چھین لیا۔

باغِ فدک کیا تھا اور اس کے مصارف کیا تھے؟

فدک ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین منزل دور واقع ہے اور اس کی نصف زمین یہودیوں نے بغیر جنگ کے بطور صلح مسلمانوں کو دی تھی۔ باغ فدک نبی کریم ﷺ کے زیر تصرف وقبضہ میں تھا تا کہ ان کی پیداوار سے حاجات پوری ہو جائیں۔ اس کے ساتھ خیبر کے کچھ قطعات بھی آپ ﷺ کے زیر تصرف تھے۔ جن کی آمدنی کا پانچواں حصہ آپ کا مقرر تھا اور اس کے علاوہ جہاد میں جو مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھوں میں آتا اس میں سے بھی پانچواں حصہ آپ کا مقرر ہوتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کو ان مختلف باغوں سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی آپ انہیں مندرجہ ذیل امور پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ اپنی ذات پر، اپنی اہل وعیال پر، اپنی ازواج پر اور تمام بنی ہاشم کو اس آمدنی سے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔

۲۔ بادشاہوں کے سفیروں اور مہمانوں کی آؤ بھگت بھی اسی باغ کی آمدنی سے ہوتی تھی۔

۳۔ حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی باغ فدک سے ہوتی تھی۔

۴۔ جہاد کے لیے اسلحہ بھی اسی سے خریدا جاتا تھا۔

۵۔ مجاہدین کے لیے گھوڑے، اونٹ وغیرہ خریدنے کے لیے اسی باغ فدک سے ان کی امداد کی جاتی تھی۔

۶۔ اصحاب صفہ کی خبر گیری اور ان پر اٹھنے والے مصارف بھی اسی باغ فدک سے پورے کیے جاتے تھے اور صدقہ کا مال جو آتا تھا آپ فوراً غرباء میں بانٹ دیتے تھے اور اپنے لیے اس میں سے کچھ نہیں رکھتے تھے۔

ان مصارف کو دیکھ کر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان باغات سے حاصل شدہ

آمدنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے تھے اور ان کو اپنی ذاتی ملکیت قرار نہیں دیتے تھے۔

جب سرکارِ مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی بھاگ دوڑ سنبھالی تو انہوں نے بھی اس باغ فدک کی آمدنی کو ان ہی مصارف پر خرچ کرنا شروع کیا جن پر حضور نبی پاک ﷺ اپنی حیاتِ ظاہری میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ باغ فدک کی پیداوار وصول ہوتی تو اس میں سے اہل بیت کرام کا جتنا حصہ نکلا کرتا تھا اتنا ہی حصہ نکال کر ان کے پاس بھیج دیتے اور جن جن کے وظائف اس آمدنی سے نبی پاک ﷺ نے مقرر فرمائے تھے اسی طرح ہر ایک کو اس کا وظیفہ مقررہ وقت پر باقاعدگی سے ادا کیا جاتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفائے عظام نے اس کی آمدنی ان ہی لوگوں پر خرچ کی جن پر رحمتِ کائنات ﷺ خرچ فرماتے تھے۔

روافض ایک طرف تو سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت میں اس قدر حواس باختہ نظر آتے ہیں کہ خود اپنی کتابوں میں اس واقعہ کی طرف ان کی نظریں نہیں اٹھتیں کہ جب خاتونِ جنت نے اپنے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے لونڈی کا سوال کیا تو سید دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے لونڈی کی بجائے تسبیحات پڑھنے کو ملیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیٹی خادمہ اور نوکر سے ان تسبیحات کا پڑھنا افضل اور تمہارے لیے بہتر ہے۔

مشکوٰۃ شریف اور ابوداؤد شریف میں مذکور ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے باغ فدک کا سوال کیا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف انکار فرمادیا اور اس کی آمدنی آپ اپنی زندگی میں فی سبیل اللہ اور بنی ہاشم اور دیگر یتیم اور مساکین ضرورت مندوں پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

ذکر ما فعل ابو بکر بفدک و ما قالہ فی شانھا الخ

شرح نہج البلاغۃ ابن حدیث جز۱۶، جلد۴، ص۸۰، مطبوعہ بیروت

ترجمہ: جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فدک سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح خرچ کروں گا جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر بھی ظلم نہیں کیا۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ)

ان روایت سے معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا جھوٹا طوفان شیعوں نے کھڑا کیا ہوا ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

التماس:

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ عام عورتوں کی طرح نہیں جیسا کہ روافض نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ آپ وہ ہیں جو سرور کائنات ﷺ کی بیٹی ہیں اور جنہوں نے اپنے وصال سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات کی تاریکی میں قبرستان لے جانا اور رات کی تاریکی میں ہی دفن کرنا تاکہ میرے جسم کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری لمحات میں سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے فاطمہ! صبر کرو تم سب سے پہلے اور جلد میرے پاس آنے والی ہو۔

اس کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر آپ کا وصال ہو گیا جس طیبہ طاہرہ وعابدہ زاہدہ پاکدامن خاتون کی سیرت وکردار کا یہ عالم ہو بھلا وہ عالی صفات جنتی اس دنیا کے مال کے لیے عدالتِ صدیقی میں کیسے جاسکتی ہے۔

مرنے کے بعد روافض کا حال:

قبر میں شیعوں کا منہ قبلے سے پھیر دیا جاتا ہے۔

بقول مجلسی یہ ہوگا:

بروایتے فرمود که هفت نفر در قبر از قبله رو گردان شوند، خمر فروش مصر بر شراب، و شهادت دهنده ناحق و محتکر و ربو خور و عاق و الدین و نوحه گر.

(مجمع المعارف بر حلیة المتین. ص ۱۶۸)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں سات آدمیوں کے منہ قبلہ سے پھر جائیں گے، شراب بیچنے والا، شراب نوشی پر اصرار کرنے والا، ناحق گواہی دینے والا، جوا کھیلنے والا، سود کھانے والا، ماں باپ کا نافرمان اور ماتم کرنے والا، ماتم کرنے والا قیامت کے دن بشکل کتا اٹھایا جائے گا۔

روافض حضرات باغ فدک کے غصب کے الزام میں اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ کافر، مرتد اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں، اسی وجہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی طرف ایسی گستاخانہ باتیں منسوب کرتے ہیں جسے پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے دل نہیں چاہتا کہ وہ الفاظ دہرائے جائیں صرف کتاب کا نام لکھ دیتا ہوں تاکہ اگر کوئی کتاب دیکھنا چاہے تو دیکھ سکے۔

(حق الیقین ص 127۔ ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص 55)

حقیقت یہ ہے کہ روافض حضرات کو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کی شان میں

گستاخیاں ہی جہنم میں لے کر جا رہی ہیں کہ نہ زندگی میں سکھ چین ملا اور نہ قبر میں آرام ملے گا اور نہ حشر میں سکون ملے گا، دنیا میں سزا یہ ملی کہ مرتے دم تک اپنی پٹائی خود کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اور موت کے وقت رافضیوں کے منہ سے منی نکلتی ہے۔

(کتاب من لایحضرہ الفقیہ ج 1 ص 84۔)

ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے۔ فرمایا اس لئے کہ وہ نطفہ (منی) جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی اس کی آنکھ یا منہ سے نکلتا ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ رافضیت اسلام سے غداری کا نام ہے نبی کائنات سے غداری کا نام ہے۔ دین اسلام کی مضبوط ترین عمارت کو گرا دینے کی سازش ہے، یہودیوں کا اسلام پر اعلانیہ حملہ کرنا ہے، یہ ابن صبا یہودی کی پیداوار ہیں۔ اسلام سے غداری کی وجہ سے ایسی سزا ہے جو شیعوں نے اپنی کتابوں میں خود لکھی ہے۔ حوالے اوپر لکھ دیئے ہیں تاکہ سند رہیں۔

حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما نے خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

قال یا حسین قم فبایع قام فبایع ثم قال للحسین علیه السلام قم فبایع فقام ثم قال یا قیس قم فبایع فالتفت الی الحسین علیه السلام ینظر ما یامره فقال یا قیس انه امامی بضی الحسن علیه السلام.

(رجال کشی ص ۱۱۲، تذکرہ قیس بن سعد مطبوعہ کربلا۹)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن اور امام حسین کو مع ساتھیوں کے شام میں بلایا، جب

یہ سب آ گئے تو گفتگو شروع ہوئی، گفتگو کے آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن سے فرمایا کہ اٹھیے اور میری بیعت کیجئے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اٹھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھ کر بیعت کرنے کو فرمایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اٹھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر قیس کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اٹھ کر بیعت کرو۔ قیس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کی تا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مرضی معلوم کر سکیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے قیس! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ میرے امام ہیں۔

اور یہی حوالہ اہلسنت کی کتاب الاستیعاب میں بھی ہے۔

سب لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو نذرانہ پیش کیا جو چالیس کروڑ درہم تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے سالانہ دس لاکھ درہم مقرر کیے اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ دس سال تک زندہ رہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ کے پاس جاتے وہ ان کا اعزاز بھی کرتے، عزت سے بٹھاتے اور انعامات بھی پیش کرتے۔

ان حوالہ جات کے علاوہ بھی بے شمار حوالے دیئے جا سکتے ہیں۔ اس سے بالکل

واضح ہے کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کتنا گہرا تعلق تھا کیا کوئی محبّ اہل بیت یہ تصور کرسکتا ہے کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی رسول نہ سمجھتے تو ان کی بیعت کرتے۔ یہ بیعت کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے خلافت ان کے سپرد کی، انہیں امام و خلیفہ تسلیم کیا۔ ان کے پاس آتے جاتے، ان کے مہمان بنتے، یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کا قلبی تعلق تھا۔ اب اگر دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ بات نہ مانیں تو انصاف عوام پر چھوڑتا ہوں۔

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں جن کو بالاتفاق خلفائے راشدین میں شمار کیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو کوڑے نہیں لگوائے تھے مگر ایک شخص کو کوڑے لگوائے جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی تھی اسی وقت آپ کے حکم سے اسے کوڑے لگوائے گئے۔

(الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۳۸۳، ج ۳)

۲۔ سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

عن مالک ابن انس رضی اللّٰہ عنہ من ابغض الصحابۃ فلیس لہ فی فئی المسلمین حق انہ یخرج بذالک عن جماعۃ المسلمین.

جس شخص نے صحابہ سے بغض رکھا اس کا مسلمانوں کے مال میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ وہ بغض صحابہ کی وجہ سے جماعت مسلمین سے خارج ہے۔

۳۔ جو شخص اصحاب رسول پر غضب ناک ہو وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان پر کافر غضبناک ہوتے ہیں۔

۴۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفا للقاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معاویہ فذالک من کلاب الھاویۃ.

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وہ جواں مرد عالی ہمت جنتی جوانوں کے سردار ہیں جنہوں نے راہ حق میں شہید ہونا تو منظور فرمالیا مگر یزید پلید فاسق و فاجر کی باطل خلافت تسلیم نہ فرمائی۔ اب اس کے بعد روافض حضرات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کریں یا آپ کی خلافت کو حق نہ مانیں تو وہ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کا کھلا دشمن ہے اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا باغی ہے۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل و صالح نہ ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ان کو خلافت دینا ان کی شایانِ شان نہ تھا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت تفویض کرنا بین ثبوت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے وہ فاسق و فاجر نہیں تھے اور نہ ہی باغی تھے۔ ورنہ فاسق و فاجر کو خلافت دے دینا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی شایانِ شان نہیں ہے اور نہیں تھا۔

یہ روایات نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم روافض حضرات کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات نفس کو چھوڑ کر اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات پر ایمان لاتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی چھوڑ کر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرح ان کی تعظیم و تکریم کریں۔ بغض چھوڑ دیں اپنی عاقبت تباہ و برباد نہ کریں۔

آیئے واقعات اور حقائق کی روشنی میں دیکھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسندِ خلافت کس نے عطا فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں یہ مسند رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کے جگر گوشہ اور حضرت مولا علی مشکل کشا کے نور نظر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے سونپی تھی۔ کوفہ کے روافض کے حالات اور عادات دیکھ کر

صلح کرلی اور حضور آقا دو عالم ﷺ کے غیبی فرمان ذیشان کو سچ ثابت کر دکھایا۔

ان ابنی هذا سید لعل اللّٰہ ان یصلح بہ بین فئتین من المسلمین عظیمتین.

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار اور عالی ہمت ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہلِ اسلام کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

جن دو مسلم جماعتوں کے درمیان امام حسنؓ نے صلح کرائی وہ دونوں لشکر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے تھے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے دونوں گروہوں کو مسلمان فرمایا اس لیے گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان تھے جیسا کہ گروہ امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمان تھے۔ جب نگاہ نبوت اور ارشاد رسول ﷺ سے ثابت ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بمعہ احباب مسلمان تھے اور اب ان پر لعنت بھیجنا دراصل اپنی آخرت برباد کرنا ہے اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا بازی کرتا اور لعنت بھیجتا ہے وہ خود لعنتی ہے اور رسول گرامی ﷺ کے ارشاد کا منکر ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے اظہار ہمدردی اور شیعوں کی غداری۔

وازاں سو چوں معاویه شوریدن لشکر را بر امام حسن بدانست مکاتیب مهر انگیز متواتر کرد ایں کلمات نیز ازاد ست.

یا ابن عم لا تقطع الرحم الذی بینک و بینی فان الناس قد غدرو بک و بابیک من قبلک .

و مکا تیب صنادی سپاه عراق را به فرستاد که هم گاں به معاویه نگاشته بودند که بجانب ما کوچ ده چوں را ما نزدیک کنی

حسن علیه اسلام رادست بگردن بسته بنزد توستیم و اگرنه باتبغش در گزاریم و خو استار مصالحت گشت - ناسخ التوایخ زندگانی حسن مجتبیٰ ص ۲۲۰.

ترجمہ: اس طرف جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کے منتشر ہو جانے کی خبر ملی تو مہر ومحبت کے خطوط پہ خطوط لکھے چنانچہ یہ الفاظ بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہیں جو انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو لکھے کہ اے میرے چچا کے بیٹے! میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ ہے اسے نہ کاٹو۔ ان لوگوں نے آپ ہی سے نہیں آپ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی غداری کی تھی اس کے ساتھ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفی لشکر کے سرداروں کے وہ خطوط بھی جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھے تھے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھیج دیئے۔ ان میں یہ لکھا تھا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ! ہماری طرف کوچ کرو جب تم پہنچو گے تو ہم امام حسن علیہ السلام کو ہاتھ گردن سے باندھ کر انہیں تمہارے سپرد کردیں گے اور نہیں تو انہیں قتل کردیں گے اس کے ساتھ صلح کے طلب گار ہوئے۔

یہ شیعوں کی کہانی ان ہی کی زبانی تھی۔ اب مندرجہ بالا عبارتوں سے یہ امور ثابت ہوئے:

۱۔ جن لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا مال لوٹا اور نیزے کے زخم سے ان کی ران پھاڑ ڈالی اور آپ کو قتل کرنا چاہا ان کا تعارف امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کرایا ہے کہ یہ لوگ خود کو روافض کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ خود کو امام حسن رضی اللہ عنہ کا روافض کہتے تھے انہوں نے آپ کو خوار کیا اور جو زخم لگائے وہ بہت گہرے تھے۔

۲۔ ان غدار رافضیوں نے بظاہر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی کا اظہار

کیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ پر اکساتے رہے اور در پردہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے رہے کہ تم لشکر لے آؤ، ہم امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ باندھ کر انہیں تمہارے حوالے کردیں گے۔

(نوٹ کرنے والا جملہ ہے۔) دیکھئے یہ کتنا ذلیل جملہ ہے آپ کو امام حسن علیہ السلام بھی کہتے ہیں اور ہاتھ باندھ کر حوالے کر دینے بلکہ قتل کر دینے کا عہد بھی کر رہے ہیں۔

۳۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام حسن سے مخلصانہ محبت تھی، اس لیے کوفی شیعوں کی غداری کے خطوط امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیئے اور محبت بھرے الفاظ کہے کہ اے میرے چچا کے بیٹے ہماری آپس کی رشتہ داری کو ضائع نہ کیجئے۔ یہ لوگ غدار ہیں ان کی نہ مانیے ان کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔

اس لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمادیا کہ ان غدار شیعوں سے میرے حق میں معاویہ رضی اللہ عنہ بہت اچھا ہے۔

آخر امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک مذکورہ حالات میں حکومت کی، چنانچہ غدار شیعوں نے آپ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ پر آمادہ کیا مگر جنگ سے قبل ہی آپ کو زخمی کر کے لاچار کر دیا۔ چنانچہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے شام پہنچ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور تادم آخر اس پر قائم ہے۔

انصاف خود کریں کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور روافض حضرات انکار کرتے ہیں۔ اب خود ہی فیصلہ کرلیں کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سچے ہیں اور آج کے روافض حضرات جھوٹے ہیں۔ جو ان کا نام بھی لیتے ہیں لیکن ان کی باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ روافض کی دوغلی پالیسی کی وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان سے

ناراض ہوکر مدائن کی طرف تشریف لے گئے۔ مدائن شہر میں سعید بن مسعود ثقفی کے مکان میں لاکر لٹا دیا گیا، زخمی حالت میں روافض نے یہاں تک بے ادبی کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا، اب فیصلہ خود کریں کہ یہ روافض وفادار ہیں یا غدار ہیں۔ اس صاف وشفاف وضاحت کے بعد اب اگر کوئی روافض محبِّ اہل بیت بن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اس کا حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے کیا تعلق ہے؟

گویا اس طرح روافض لوگ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور جو اپنے امام کی خلاف ورزی کرے وہ وفادار نہیں ہوتا بلکہ غدار ہوتا ہے۔

محبت اہل بیت:

اہل بیت کی سچی محبت یہ ہے کہ دل اُن پر فدا ہو، ان کی اتباع میں، ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے، نماز کی سخت پابندی کی جائے، صبر وشکر کا دامن کبھی نہ چھوڑے، عاشورہ کے دن روزہ رکھے، رات کو نوافل پڑھے اور اس دن کثرت سے صدقہ وخیرات کرے، تلاوت قرآن کریم کرے، کفار سے جہاد کے لیے تیار رہے، نااہل کو کبھی ووٹ نہ دے یعنی نااہل کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے، حضرت امام حسینؓ نے سر دے دیا لیکن یزید کی طاغوتی طاقت کے آگے کبھی نہ جھکے۔ قانونِ اسلام کو ٹوٹتا ہوا دیکھو تو جان کے نذرانے پیش کرو مگر اسلام کی شان میں فرق نہ آنے دو۔ بہر حال اہلبیت کی طرح صبر کرے، نماز پڑھے اگر نماز نہیں پڑھتا۔۔۔۔ اور اسلامی شکل وصورت بھی نہیں، مسلمانوں جیسا لباس نہیں، اسلامی اخلاق نہیں، صرف اور صرف عاشورہ کے دن یا محرم کے دس دن سینہ یا سر پیٹ لیا، گھوڑا نکال لیا، ماتم کرلیا، زنجیر سے سینہ وکمر زخمی کرلیا اور یہ سمجھ لیا کہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ جنت کا ٹکٹ مل گیا، دوستو! یہ سچی محبت اہل بیت نہیں، یہ تو یزیدیوں کی نقل

ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زنجیر نہ تھی، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زنجیر نہ تھی، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ہائے وائے نہ کی، انہوں نے عاشورہ کے دن نماز نہیں چھوڑی کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔

اولیائے امت کی عقیدت حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ؟

1۔ قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء امت میں سے ہیں، ان کے مکتوبات شریف مومنوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ وہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔

بدترین جمیع فرق مبتدعان جماعت اند که با صحاب پیغمبر بغض دارند الله تعالیٰ در قرآن خود ایشاں را کافر می نامد لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن و شریعت راصحاب تبلیغ نمودند گر ایشاں مطعون باشند طعن در قرآن شریف لازم آید۔ مکتوبات شریف ج ۱ ص ۸۶

ترجمہ: تمام بدعتی فرقوں میں بدتر فرقہ وہ ہے جو نبی پاک ﷺ کے صحابہ سے بغض رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فرقہ کو کافر کہا ہے کہ قرآن میں فرمایا: لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ صحابہ کرام نے کی، اگر خود صحابہ ہی مطعون ہوں تو قرآن اور ساری شریعت پر طعنہ ہوگا۔

و خلافے و نزاع که درمیان اصحاب واقع شده بود محمول بر هوائے نفسانی نیست در محبت خیر البشر نفوس ایشان تزکیه رسیده بودند و از آزادگی آزاد گشته این قدر می دانم که حضرت امیر در آن باب بر حق بودند و مخالف الیشان بر خطا بود اما ایں خطا

خطاء اجهتادی است تا بحد فسق نمیر ساند بلکه ملامت راهم دریں طور خطا گنجائش نیستکه مخطی را نیز یك درجه است از ثواب .

ترجمہ: جو جھگڑے اورلڑائیاں صحابہ کرام میں ہوئیں وہ نفسانی خواہش کی بناء پر نہ تھیں کیونکہ صحابہ کرام کے نفوس حضور خیر البشر ﷺ کی صحبت کی برکت سے پاک ہو چکے تھے اور ستانے سے آزاد، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان جنگوں میں حضرت علی المرتضےٰ حق پر تھے اور ان کے مخالفین خطاء پر، لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ یہاں ملامت کی بھی گنجائش نہیں۔ کیونکہ خطا کار مجتہد کو بھی ثواب کا درجہ مل جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور تمام صحابہ کرام کے بارے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کیا تھا۔۔

اب جس مسلمان کے دل میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی محبت ہو گی وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی بدبخت، بے ادبی اور گستاخی کرے گا تو وہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت، جماعتِ اہل سنت سے خارج ہوگا اور وہ سنی نہیں ہو سکتا۔

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

قطب ربانی محبوب سبحانی محیی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی البغدادی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" کے صفحہ 171 پر اہل سنت کے عقائد کے بیان میں ایک فصل باندھی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ

تمام امتوں میں بہتر نبی کریم ﷺ کی امت ہے اور اس امت میں حضور ﷺ کے زمانے والے بہتر ہیں جنہوں نے حضور نبی پاک ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت علیؓ و حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق غوث اعظمؒ کا فرمان:

غوث پاک اپنی غنیۃ الطالبین کے صفحہ 178 پر فرماتے ہیں کہ:

سارے اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں کی جائیں ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے۔

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کر کے اپنا ایمان برباد نہ کرے گا۔

اس بابت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا فرمان:

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی سے متعلق فاضل بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس میں اور صحابہ کرام کے تمام جنگوں کے متعلق بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تمام کدوروں کو دور فرما دے گا۔ قیامت کے دن جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے کہ ہم جنتیوں کے سینوں میں کینے نکال دیں گے اور اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ سے جنگ کرنے میں حق پر تھے۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، جیسے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کیا تھا، جو خلیفہ برحق تھے اور مظلوم ہو کر شہید کے گئے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات

نسب نامہ:

آپ کا نام معاویہ، کنیت ابوعبدالرحمٰن، آپ کا سلسلۂ نسب والد اور والدہ کی طرف سے پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ والد کی طرف سے نسب یہ ہیں معاویہ بن ابوسفیان بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف اور والدہ کی طرف سے نسب یہ ہے۔ معاویہ ابن ہند، بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدشمس ابن عبدمناف نبی کریم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن مناف ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ، نبی کریم ﷺ سے عبدمناف میں مل جاتے ہیں۔

سسرالی رشتہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے حقیقی سالے ہیں، کیونکہ ام المومنین ام حبیبہؓ بنتِ ابی سفیان، جو حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں، وہ امیر معاویہؓ کی سگی حقیقی بہن ہیں، اس لیے امیر معاویہؓ حضور آقا دو عالم ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بھی ہیں۔ لہٰذا ان کا دوہرا رشتہ حضور ﷺ سے ہوا۔ نسبی بھی اور سسرالی بھی اس لیے مثنوی شریف (مولانا روم) میں امیر معاویہؓ کو مومنوں کا ماموں کہا گیا ہے۔

آپ کی ولادت:

آپ کی پیدائش نبی کریم ﷺ کے ظہور نبوت سے 8 سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کی وفات 60ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر 76 سال تھی۔

آپ کا اسلام لانا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے دن 7ھ میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے، جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین ابن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمایا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے احرام سے فارغ ہوتے وقت نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بال مبارک تراشے یعنی حلق کیا، مردہ پہاڑ کے پاس۔

نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو امام بخاری نے بخاری شریف میں بروایت طاؤس عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حجامت کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے۔

اعتراض:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے، نبی کریم ﷺ نے فتح ہونے پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو 100 اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا۔ اگر یہ تالیف قلب میں سے نہ تھے تو یہ سرکاری عطیہ انہیں کیوں دیا گیا؟

جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ رحمت کائنات ہیں حضور کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ عطا شاہی عطیہ تھا نہ کہ تالیف قلوب کی بناء پر جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بحرین کے مال سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا عطا فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مال

اٹھانے میں مشکل پیش آئی، اتنا زیادہ مال تھا اس عطیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عباسؓ مولفۃ القلوب میں داخل ہوں غرضیکہ عطا نبویہ اور ہے اور تالیف قلب ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطیہ پہلی قسم سے ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ عطیہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زیادتی تالیف قلب کا باعث بن گیا ہو جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اعلان فرما دیا تھا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا، اُسے امان ہے گویا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گھر دارالامان بنا دیا، یہ صرف ابوسفیان کے تالیف قلب کے لیے ہے۔ (از تطہیر الجنان)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم کیسے بنے؟

آپ کے دمشق کا حاکم بننے کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام پر لشکر کشی کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے شام کا حاکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید بن ابوسفیان کو مقرر فرمایا تھا، اتفاقاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے ساتھ شام چلے گئے۔ جب یزید ابن ابوسفیان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر عہد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس تقرر کو جائز رکھا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ فاروقی میں اور خلافتِ عثمانِ غنی میں اس گورنری کے عہدے پر فائز رہے اور بیس سال تک آپ حاکم بن کر رہے۔ پھر حضرت عثمانِ غنی کی شہادت ہوئی اور حضرت علی مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھال لی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قاتلانِ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا اور عرض کیا کہ سب سے پہلے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغاوت کر دی اور شام کے مستقل امیر بن گئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ہوئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھال لی اور چھ ماہ تک خلافت کا حق ادا کیا اور پھر از خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمالی اور نبی پاک ﷺ کا فرمان ذی شان پورا ہوا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس طرح امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام مملکتِ اسلامیہ کے امیر ہو گئے۔ اس طرح عہدِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں بیس سال تک حاکم رہے اور بعد میں بیس سال تک امیر کل چالیس سال تک حکومت کی، ان کی ریاست مصر وشام میں مستحکم ہوگئی۔ آخری بیس سالوں میں اس دریا دلی سے لوگوں کو انعامات سے مستفید کیا، اس زمانہ میں ان سے زیادہ کوئی فیاض نہ تھا۔ ہر ایک کے ساتھ کریمانہ برتاؤ کرتے تھے، ان کی سخت باتوں کو برداشت کرتے تھے، ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے تھے، ان کے حلم و بردباری کی کوئی حد نہ تھی، یہی سبب تھا کہ ان کی حکومت میں استقلال پیدا ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قابلیت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہایت دیانت دار، سخی، بلند پایہ سیاستدان، قابل حکمران اور وجیہ صحابی رسول تھے۔ آپ نے عہد فاروقی اور عہد عثمانی میں نہایت قابلیت سے حکمرانی کی، حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما آپ سے بہت خوش رہے حالانکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہایت محتاط اور حکام پر سخت گیر تھے۔ ذرا سے قصور پر حکام کو معزول فرما دیتے تھے۔ معمولی سی بات پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول فرما دیا مگر اس کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ سے اتنی دراز مدت حکومت میں کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی۔

اتنی بڑی حکومت کا فرماں روا اس سان سے دمشق میں زندگی بسر کرتا ہے کہ

خلافت امام حسن 6 ماہ

پانچوں وقت مسجد میں آ کر نمازیں پڑھتا ہے۔ مسجد کی سیڑھیوں پر لوگوں سے باتیں کرتا ہے، روزانہ سڑک پر پیدل چلتا ہے بلکہ ہر خاص وعام سے ملنے کو آمادہ رہتا ہے۔ سب کے دُکھ درد میں شامل اور ہر ایک کی فکر کرتا ہے۔ ایسا خادم انسانیت اور ایسا بہادر مجاہد ہے کہ دنیا کو اپنی سرپرستی میں لے کر امن، عدل ومساوات کی نعمتیں بخشتا ہے۔

یہ اس وقت ہوا کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دانشمندی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وسعتِ صدر نے امت اسلامیہ کو پانچ سال کی خانہ جنگی اور تفرقہ کے بعد پھر سے مجتمع کر دیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ سارے مسلمان ایک خلیفہ اور ایک مرکز کے ماتحت پھر مجتمع ہو گئے۔ اس لیے اس سال کو عام طور پر عام الجماعۃ یعنی جماعت واتفاق باہمی کا سال کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں خاص طور پر اس کی بڑی خوشی منائی گئی اور منافقوں اور تفرقہ بازوں کی امیدوں پر اوس پڑ گئی اور ان منافقوں کی امیدیں ٹوٹ گئیں جو یہ چاہتے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو نام کا خلیفہ بنا کر اقتدار اور دولت اپنے ہاتھوں میں رکھیں اور اس طرح مسلمانوں میں اتحاد کبھی پیدا نہ ہونے دیں۔ فتنہ پروروں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر پھر ایک جنگ صفین برپا کرنے کی سوچی تھی اور فوجیں بھی روانہ ہو گئیں مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھیوں پر اعتماد نہ تھا اور حق بھی یہ تھا کہ یہ لوگ اعتماد کے قابل ہی نہ تھے۔ جلد ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر ان کی سازش اور ان کے اصلی مقاصد سامنے آ گئے اور آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صلح کے لیے خط لکھ دیا۔

دوسری طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے ایک خط میں صلح کی دعوت دے چکے تھے۔ اس طرح مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو گئی۔ اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لیے اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عمل یقیناً قابل ستائش ہے مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا کارنامہ لائق آفرین ہے۔ اگر امام حسنؓ ذرا سی خود پسندی اور جاہ

پرستی کو راہ دیتے تو مسلمان آپس میں لڑ کر کٹ مرتے اور ختم ہو جاتے۔ آپ نے بہت ہی اعلیٰ و ارفع سوچ سوچی کہ خلیفہ ہاشمی ہو یا اموی، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا، اس کی کوئی اہمیت نہیں اصل مقصود امن کا قیام اور دعوتِ رسول ﷺ کو عام کرنا ہے۔

اسلام ساری دنیا کے لیے آیا ہے، ساری دنیا کا دین ہے تو اس میں خلافت کا عہدہ کسی ایک گھرانے یا کسی ایک ملک کے ساتھ کیسے مخصوص ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نبی کریم ﷺ کے انتہائی معتمد علیہ سیکرٹری اور وحی الٰہی کے کاتبوں میں سے تھے۔ میدانِ جنگ میں بہترین فوجی، میدانِ سیاست میں شاہ سوار، دانش مند، مدبر، انتظام مملکت میں بے مثال منتظم، سب سے بڑھ کر آپ ایک بہترین مسلمان اور آخری صحابی حکمران ہی۔ آپ ضرب المثل حلیم شخص تھے ان کا دماغ تمدن ساز، ان کا ذہن جدت آفرین اور ان کا دل خشیتِ الٰہی سے بھر پور تھا۔ آپ انتہائی دردمند دل رکھتے تھے۔ اور خدمتِ دین سے کبھی نہ تھکتے تھے، آپ مصائب سے کبھی نہیں گھبراتے تھے۔ اپنی زبان سے زندگی بھر کسی کو برا نہیں کہا۔ آپ کی برداشت آج تک عربی زبان میں احلم من معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثل سے ظاہر ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل دو طرح کے ہیں۔ ایک عمومی اور دوسرے خصوصی۔

عمومی فضائل:

عمومی فضائل یہ ہیں کہ وہ جلیل الشان عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں۔ لہٰذا صحابہ کے جس قدر فضائل و درجات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے۔ ان سب میں امیر معاویہؓ داخل ہیں۔ ربّ کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کل صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما

چکا، ان کے لیے تقویٰ وطہارت لازم فرمادی، وہ سب سچے ہیں اللہ ان سے راضی ہو چکا۔ وہ بڑے کامیاب ہیں، ان سے جلنے والے عناد رکھنے والے کفار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جن کی آیات مقدس میں گذر چکیں ان سب میں نبی کریم ﷺ کے نسبی عزیز اور سسرالی قرابت دار ہیں۔ لہٰذا جو آیات حضور ﷺ کے اہل قرابت کے متعلق نازل ہوئیں ان سب میں امیر معاویہؓ شامل ہیں اور حضور ﷺ نے جس قدر مراتب و درجات صحابہ کرامؓ یا اپنے قرابت داروں کے بیان فرمائے ان سب میں بھی امیر معاویہؓ شامل ہیں۔

فرمایا میرے سارے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گی۔ میرے صحابہ کا سوا سیر کو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ میرے صحابہ سے جس نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وغیرہ وغیرہ، یہ احادیث بھی مقدمہ میں گزرچ کیں ان سب میں امیر معاویہ شامل ہیں اگر امیر معاویہؓ کے اور کوئی خصوصی فضائل نہ بھی ہوتے تب بھی یہ فضائل بہت شاندار تھے۔ جیسے جن انبیاء کرام کے خصوصی فصائل حدیث وقرآن میں وارد نہیں ہوئے وہ بھی عظمت والے اور واجب الاحترام ہیں۔ ان پر ہمارا ایمان ہے کہ خود نبوت عظیم الشان درجہ ہے ایسے ہی صحابہ کرام کے متعلق عقیدہ رکھنا چاہیے۔

خصوصی نوٹ:

پیغمبر کی قرابت داری مومن کے لیے درجات کا باعث ہے۔ لہٰذا ابولہب، ابوجہل وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں اگرچہ حضور ﷺ کے نسب سے تعلق رکھتے ہیں مگر کافر ہیں جیسے کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مومن، عادل اور ثقہ صحابی ہیں لہٰذا ان کے لیے حضور ﷺ کی قرابت بہت زیادہ بلندیٔ درجات کا باعث ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

صحابیت اور قرابتِ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بے شمار خصوصی فضائل ہیں۔ جن میں سے کچھ عرض کیے جاتے ہیں:

1۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا کاتب وحی اور کاتب خطوط ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یعنی جو نامہ و پیام سلاطین وغیرہ سے حضور ﷺ فرماتے تھے وہ حضرت امیر معاویہؓ سے لکھواتے تھے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ امیر معاویہ حضور ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے کاتبین میں سے تھے۔ نہایت خوش خط، فصیح و بلیغ، حلم و وقار والے۔ امام مدائنی نے فرمایا کہ زید ابن ثابت وحی لکھتے تھے اور امیر معاویہ حضور ﷺ کے دیگر خطوط جو اہل عرب و سلاطین کو لکھے جاتے تھے وہ لکھتے تھے۔ (یعنی اکثر) امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کے امین تھے۔

امام مفتی حرمین احمد بن محمد بلری نے خلاصۃ السر میں فرمایا کہ حضور ﷺ کے کل کاتب تیرہ تھے۔

(۱) حضرت سیدنا ابو بکر صدیق	(۲) حضرت سیدنا عمر بن خطاب۔
(۳) سیدنا عثمان بن عفان۔	(۴) سیدنا علی المرتضیٰ۔
(۵) سیدنا عامر ابن فہیرہ۔	(۶) سیدنا عبد اللہ بن ارقم۔
(۷) سیدنا ابی بن کعب۔	(۸) سیدنا ثابت ابن قیس ابن شماس۔
(۹) سیدنا خلد ابن سعید ابن العاص۔	(۱۰) سیدنا حنظلہ ابن ربیع السلمی۔
(۱۱) سیدنا زید ابن ثابت۔	(۱۲) سیدنا معاویہ ابن ابی سفیان۔
(۱۳) سیدنا شرجیل ابن حسنہ۔	(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

لیکن ان سب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ زیادہ یہ کام

کرتے تھے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا کہ معاویہ ابن ابوسفیان حضور ﷺ کے کاتب وحی رہے۔

2۔ امیر معاویہ مجتہد صحابہ میں سے ہیں اور آپ کو فقاہتِ دینی میں ممتاز مقام حاصل ہے۔

چنانچہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے کہا گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایک رکعت ہی وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کرتے ہیں۔ وہ فقیہ ہیں یعنی مجتہد۔ اسی بخاری میں دوسری روایت میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھی اس وقت امیر معاویہؓ کے پاس عبداللہ بن عباسؓ کے ایک غلام حاضر تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ معاویہؓ کو کچھ نہ کہو وہ عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں۔

خیال رہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ علوم کے دریا حبر الامہ ترجمان قرآن حضرت علیؓ کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ انہی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج سے مناظرہ کے لیے بھیجا تھا۔ جب ایسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ امیر معاویہؓ کو مجتہد اور فقیہ فرما رہے ہیں تو اب انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

نوٹ: یہ احادیث فقہ حنفی کی قوی دلیل ہیں کہ وتر ایک رکعت نہیں تین رکعت ہیں۔ کیونکہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام وتر تین رکعت پڑھتے تھے ورنہ امیر معاویہؓ کے ایک رکعت وتر پڑھنے پر کسی کو تعجب نہ ہوتا۔ یہ تعجب ہماری دلیل ہے۔ (فافہم)

3۔ حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند شریف میں عرباض ابن ساریہؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدایا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب (قرآن) اور

حساب کا علم عطا فرما اور انہیں عذاب سے بچا۔

ترمذی شریف میں عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ مدنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا: نبی کریم ﷺ نے اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا (ہادی مہدی) اور معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔ ترمذی شریف نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ حارث ابن اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت لمبی حدیث روایت فرمائی۔ جس میں خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہؓ کے فضائل ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے۔ **معاویۃ ابن ابی سفیان اعلم و اجودھم** ۔ یعنی معاویہ میری امت کے بہت زیادہ علم، حلم اور سخاوت کے مالک ہیں۔ (تطہیر الجنان)

محب طبری نے اپنی سیر میں ایک بہت طویل حدیث نقل فرمائی جس میں خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کے فضائل مروی ہیں اس کے آخر میں یہ بھی ہے۔ **و صاحب سری معاویہ ابن ابی سفیان فمن اصبھم فقد نجا ومن ابغضھم فقد ھلک،** یعنی میرے صاحب اسرار میں سے معاویہ بن ابی سفیان ہیں جس نے ان تمام سے محبت کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان سے بغض رکھا ہلاک ہوگا۔ (تطہیر الجنان)

حافظ امام ھیثمی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک بار جبریل امین کو حضور ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ ام حبیبہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ آپ معاویہ کا سر اپنی گود میں لیے بیٹھی ہیں اور ان کو بار بار چوم رہی ہیں تو سرکار نے فرمایا کہ اے ام حبیبہ! کیا تم معاویہ سے محبت کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہ محبت کروں کہ یہ میرا بھائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ و رسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ (تطہیر الجنان)

ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ مجھے ایک بار حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے معاویہ! اگر تم بادشاہ ہوئے

تو بھلائی کرنا جب سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے سلطنت ملے گی (کیونکہ حضور ﷺ کی زبان کن کی کنجی ہے)۔

ابو یعلی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے معاویہ! اگر تم حاکم بنو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف کرنا۔ اسی کے قریب قریب کچھ فرق سے یہی روایت مسند امام احمد میں بھی ہے۔

طبرانی نے جامع الصغیر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے معاویہ! اگر تم حاکم بنو تو مجرموں کو حتی الامکان معافی دینا، نیک کاروں سے نیکی قبول کرنا غرضیکہ روایت مختلف طرق سے سب کتابوں میں ہے۔ اگر کوئی روایت ان میں سے ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کہ فضائل میں حدیث شریف ضعیف بھی قبول ہے۔

4۔ تمام علماء و محدثین اور صحابہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ثناء و صفت بیان فرمائی۔

چنانچہ امام قسطلانی نے شرح بخاری میں فرمایا، امیر معاویہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں۔ شرح مسلم میں ہے کہ امیر معاویہ اجل فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے ہیں۔ امام یافعیؒ نے فرمایا کہ معاویہؓ حلیم، کریم، عاقل، کامل بہت رائے سلیم والے تھے۔ گویا انہیں قدرت نے ملک رانی کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ تمام محدثین ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے رہے۔ عبد اللہ ابن عباسؓ نے انہیں مجتہد و فقیہ صحابی بیان فرمایا جیسا کہ بخاری کی روایت سے گزر گیا۔ قاضی عیاض نے روایت کی کہ کسی نے معافی ابن عمرانؒ سے کہا کہ کیا عمر ابن عبد العزیزؒ معاویہؓ سے بہتر ہیں تو آپ غصہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ حضور ﷺ کے صحابی پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔ معاویہؓ حضور ﷺ کے صحابی، حضور ﷺ کے سالے، کاتب وحی اور حضور ﷺ کے امین ہیں۔

کسی نے حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابو عبدالرحمٰنؒ معاویہؓ اور عمر ابن عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ معاویہؓ کے گھوڑے کا غبار جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ عمر ابن عبدالعزیزؒ سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ معاویہؓ نے حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ خیال رہے کہ عبداللہ ابن مبارک وہ بزرگ ہیں جن کے علم، زہد، تقویٰ، امانت پر تمام امت رسول متفق ہے اور ان سے خضر علیہ السلام ملاقات فرماتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت موقع پر تعریفیں فرمائیں، آپ نے انہیں دمشق کا حاکم مقرر کیا اور کبھی معزول نہ فرمایا۔ اگر آپ تھوڑی سی لغزش بھی ملاحظہ فرماتے تو فوراً معزول فرمادیتے جیسے کہ آپ نے معمولی شکایات پر سعد ابن وقاص اور خالد ابن ولید رضی اللہ عنہما جیسی بزرگ ہستیوں کو معزول فرمادیا۔ اسی طرح حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے زمانہ خلافت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاکم کے عہدے پر بحال رکھا۔ یہ ان دو بزرگ صحابہ کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتہائی عظمت وامانت کا اقرار واعلان ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سے مواقع پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی چنانچہ طبرانی نے بسند صحیح روایت فرمائی کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنگ صفین کے زمانہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہمارے اور معاویہ کے مقتولین سب جنتی ہیں نیز سیدنا علیؓ نے امیر معاویہؓ کے متعلق ارشاد فرمایا: اخواننا بغو علینا یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں ہم سے بغاوت کر بیٹھے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی حکومت کے لائق نہ دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام میں داخل ہوئے اور امیر معاویہؓ کی شان و شوکت اور بڑا جرار لشکر دیکھا تو فرمایا کہ معاویہؓ عرب کے کسریٰ ہیں۔ (تطہیر الجنان)

امام اعمشؒ جو اجلہ تابعین میں سے ہیں کہ اگر تم امیر معاویہ کو دیکھتے تو کہتے کہ وہ امام مہدیؒ ہیں۔ (تطہیر الجنان)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۷ ماہ خلافت فرما کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی اور ان کا سالانہ وظیفہ اور نذرانے قبول فرمائے۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں معمولی فسق بھی ہوتا تو امام حسن رضی اللہ عنہ سر دے دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے۔

نبی کریم ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل شریف کی تعریف فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

امام حسینؓ اس صلح کے وقت عاقل، بالغ اور سمجھدار تھے مگر حضرت امام حسینؓ نے بھی اس صلح پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ اس میں خود بھی شامل ہو گئے اگر امیر معاویہ امام حسینؓ کی نگاہوں میں کچھ عیب رکھتے ہوتے تو یزید مردود کی طرح آپ اس وقت امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں آجاتے، معلوم ہوتا ہے کہ نگاہ امام حسینؓ میں یزید فاسق فاجر ظالم وغیرہ تھا۔ امیر معاویہؓ عادل، ثقہ، متقی، لائق بیعت تھے۔ اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان پر زبان طعن دراز کرے۔

5۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑے جلیل القدر صحابہ سے احادیث روایت کیں جو تمام محدثین نے قبول کیں اور اپنی کتب میں لکھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت لیں اور احادیث نقل کیں۔

خیال رہے کہ فاسق کی روایت ضعیف ہوتی ہے یعنی قابل قبول نہیں ہوتی۔

امیر معاویہؓ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے احادیث نقل کی ہیں۔

فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع دین متین دریں مسئلہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کے کاروبار کے متعلق کیا حکم ہے؟ مثلاً شراب فروخت کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمان کافروں کے ساتھ شراب کا کاروبار کر سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وسنت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (السائل محمد عبدالخالق، بریڈفورڈ، برطانیہ)

جواب: صورت مسئولہ میں جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے ان کا کاروبار کرنا اوران سے نفع حاصل کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح شراب کی تجارت کرنا مسلمان کے لیے حرام اور ناجائز ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جس کا پینا حرام ہے اس کی تجارت بھی حرام ہے۔ شراب کی تجارت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ نہیں کرسکتا اسی طرح ایک مسلمان کسی کافر، عیسائی یا یہودی وغیرہ کے ساتھ بھی شراب کی تجارت نہیں کرسکتا یعنی اگرایک مسلمان ہواور دوسرا کافر ہوتو پھر بھی ان کے درمیان شراب کی تجارت جائزنہیں ہے بلکہ حرام ہے یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔ (قرآن مجید، مسلم شریف، ردالمختار، 298، فتاویٰ عالمگیری ج3، ص161)

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

(پ۷، سورة المائده)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک ہیں، شیطان کی کارستانیاں ہیں سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ . قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا . (پ ۲ س بقرہ)

ترجمہ: وہ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کی بابت آپ فرمایئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں، لوگوں کے لیے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے۔

جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئی تو سرورِ کائنات رحمتِ دوعالم ﷺ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ مدینے کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھر کر بلند آواز سے ان آیات کا اعلان کرے جب وہ منادی کرنے والا اعلان کرنے نکلا تو بے شمار جگہوں پر شراب کی محفلیں آراستہ تھیں۔ شراب پینے والے جمع تھے، پیالے گردش میں تھے جونہی کان میں اس آیت کی آواز پہنچی، ہاتھوں میں رکھے ہوئے شراب کے پیالے زمین پر پھینک دیئے، ہونٹوں سے لگے جام خود بخود الگ ہو گئے۔ جام و سبو توڑ دیئے گئے، مشکوں اور مٹکوں میں بھری ہوئی شراب انڈیل دی گئی وہ چیز جو ان کو از حد عزیز تھی اب گندے پانی کی طرح گلیوں میں بہہ رہی تھی۔ حیرت یہ ہے کہ اس کے بعد کسی صحابی نے شراب پینے کی خواہش کا اظہار تک نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور نبی کریم ﷺ کے فیض تربیت کا اثر آفرینی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامل ترین اطاعت کا وہ عدیم النظیر مظاہرہ ہے جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔

لیکن آج کا مسلمان کتنا حریص ہو گیا ہے پونڈز کمانے کے لالچ میں اسے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کائنات ﷺ کا فرمان نظر نہیں آتا اگر اس میں تھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو صحابہ کرام ؓ عرض کرتے یارسول اللہ ﷺ! یہ جو کشید کی ہوئی شراب ہے ہم یہ غیر مسلموں کو فروخت کر دیتے ہیں تاکہ کچھ نفع حاصل ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ علم تھا کہ اللہ

تعالیٰ نے شراب کو قطعی حرام کر دیا ہے اب اس سے نفع حاصل کرنا بھی حرام ہے ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کا ذکر فرمایا۔ خمر .میسر. انصاب. ازلام

خمر۔ ہر مدہوش کر دینے والی شراب کو خمر کہتے ہیں۔

میسر۔ مطلقاً جوا کو کہتے ہیں خواہ اس کی صورت کیسی ہی ہو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شطرنج بھی جوا ہے۔

انصاب۔ ان پتھروں کو انصاب کہا جاتا ہے جو حرم میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لیے جانور ذبح کرتے اور ان کے خون ان پتھروں پر مل دیتے۔

ازلام۔ وہ تیر جن کے ذریعے فالیں نکالی جاتی تھیں نیز وہ تیر جن کے ساتھ جوا کھیلا جاتا تھا۔

اس لیے شراب پلانا یا دوسروں کے سامنے پیش کرنا حرام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لعن اللہ الخمر و شاربها و ساقيها و بائعها و متباعها و عاصرها و معتصرها و حاملها و المحمولة اليه.

(ابوداؤد، ج ۳، ص ۳۲۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے، اس کے پلانے والے، اس کے بیچنے والے، اس کے خریدنے والے، اس کے نچوڑنے والے، اور جس کے لیے نچوڑی جائے اور اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قالت لما انزلت الايات من اخر سورة البقرة خرج رسول الله ﷺ فاقرا هن على الناس ثمه نهىٰ عن التجارة فى الخمر.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے گھر سے باہر نکل کردہ آیات قرآنی پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور پھر نبی پاک ﷺ نے شراب کی تجارت اور خرید و فروخت کی ممانعت فرمادی۔ بہرحال شراب کی تجارت ہر حال میں حرام ہے۔ مسلمان کو شراب کی تجارت کی اجازت کسی بھی حال میں جائز نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم ماخوذ از فتاویٰ حکیمیہ از مفتی اعظم آزاد کشمیر مفتی محمد عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۶۴۱

شراب پینے پر عذاب:

شراب کے منع کیے جانے کے بارے میں قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر.

ترجمہ: جوئے اور شراب کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری.

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے شراب چھوڑ دی۔

شراب کے حرام ہونے پر نبی پاک صاحب لولاک جان دو عالم حضرت محمد ﷺ نے متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا کہ عادی شرابی جنت میں نہ جائے گا۔

آپ نے فرمایا: بت پرستی کی ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے شراب نوشی اور جھگڑا کرنے سے منع فرمادیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا جو قوم شراب پینے پر اکٹھی ہوئی ہے وہ کل

جہنم میں بھی اکٹھی ہوگی پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو دنیا میں شراب پیئے گا اس کو جہنم میں اللہ تعالیٰ ایک ایسا زہر پلائے گا جسے پی کر اس کے جسم کا گوشت گر جائے گا۔ جہنمی اس سے سخت اذیت پائیں گے، شراب پینے والے، پلانے والے، کشید کرنے والے اور نچوڑنے والے، اٹھانے والے پر اور جس کے لے لائی گئی ہو اور اس کی قیمت کھانے والے پر یہ سب برابر کے شریک گناہ ہیں، اس کی بناء پر عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ قبول نہیں کرتا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں اگر بغیر توبہ کے مر گئے تو ہر گھونٹ کے عوض اللہ عالیٰ جہنم کی پیپ پلائے گا۔ اس لیے مسلمانو! یاد رکھو نشہ ہر قسم کا حرام ہے، ہر قسم کی شراب حرام ہے۔ (مکاشفۃ القلوب، امام غزالی، صفحہ نمبر 275)

شراب پینے کی برائی:

۱۔ شراب پلید بلکہ گندگی ہے لہٰذا شراب کا پینے والا کب صاف ہو سکتا ہے، شراب پینے والا گندا ہے اس کا ہاتھ گندا ہوگا منہ گندا ہوگا اگر توبہ نہ کرے تو اس کی قبر و آخرت بھی گندی ہوگی۔

۲۔ شراب نوشی شیطانی کام ہے اور شراب پینے والے نے شیطان کو راضی کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کیا۔

۳۔ شراب نوشی سے آپس میں دشمنی اور بغض پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے جنگ و جدال تک نوبت آجاتی ہے، اپنی عزت تباہ ہوگی دوسرے کی عزت تباہ کرے گا۔

۴۔ شراب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکتی ہے، نماز سے غافل کرتی ہے، جب شراب کے نشہ میں عقل ختم ہو جاتی ہے اب نہ یادِ خدا اور نہ نماز کی پہچان رہتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شراب سے بچنا کیونکہ وہ سب برائیوں کی ماں ہے اور اصل ہے۔ دوسری روایت شراب سے بچو کیونکہ وہ ہر شرارت کی کنجی ہے۔

سرکار مدینہ ﷺ نے فرمایا: یہ تیسری روایت ہے کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ کامل مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ کامل مومن نہیں ہوتا۔

چوتھی روایت مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۷ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے صدقے ہر نشہ آور چیز سے مسلمانوں کو بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆......☆......☆

AL MUSTAFA RAZA

Hajj & Umra Tours

Bradford

مکمل مذہبی راہنمائی کے لیے

المصطفیٰ رضا

حج و عمرہ ٹورز بریڈفورڈ

Maulana Muhammad *Hanif Raza* Naqshbandi

19-Jesmond Avenue Bradford Bd9 5Dj w. Yorkshire U.K

Tel & Fax:01274 494996 - Mob:07833630560

Website: www.raza-tours.co.uk

Adnan Graphic 0321-4374818, 0300-4354927

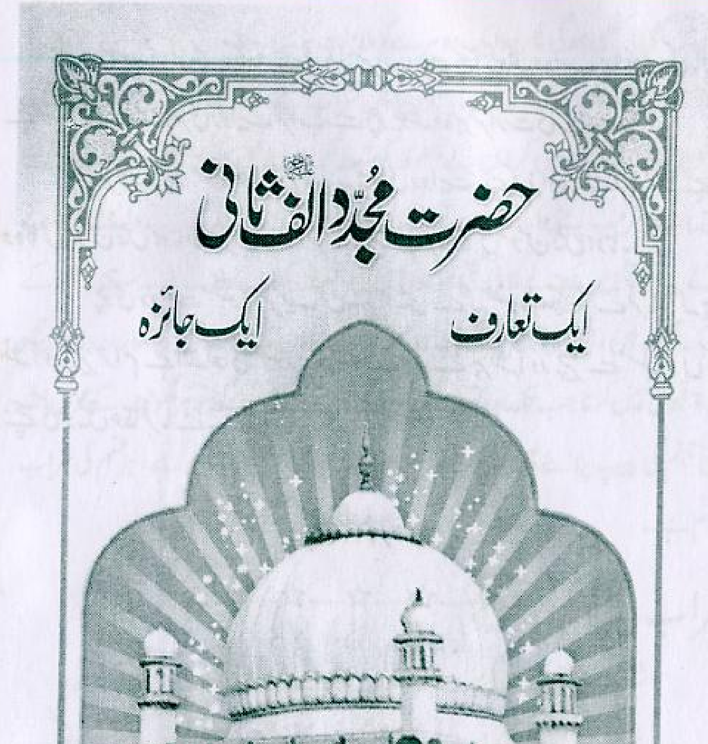
حضرت مجددِ الف ثانی
ایک تعارف
ایک جائزہ
مؤلف
حافظ محمد نواز بشیر جلالی
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
جلالیہ پبلی کیشنز پاکستان

AL MUSTA

Hajj & Um

Bradf

بی راہنمائی کیلئے

طفی

فی رضا

لوزر بریڈفورڈ

Maulana Muhammad *Hanif*

19-Jesmond Avenue Bradford

Tel & Fax:01274 494996

Website: www.raza

Adnan Graphic 0321-4374818, 0300-4354927